ماہنامہ

بہارِ نبوت

امیر المؤمنین فی الحدیث

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری

نمبر ﴿۱﴾

مدیر

محمد طاہر سورتی

تخریج و تنقیح

عبد الاحد فلاحی

معاون

عبید منیار، محمد داود میمن

ناشر

دار الحمد ریسرچ انسٹیٹیوٹ

سوداگرواڑہ، سورت، گجرات۔ (الھند)

کتاب کا نام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ بہارِ نبوت

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ نمبر

مرتب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ طاہر سورتی

تخریج وتنقیح ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ عبد الاحد فلاحی

معاون ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ عبید منیار، محمد داود میمن

سن طباعت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۰۱۷ء

PUBLISHERS:

DARUL HAMD RESEARCH INSTITUTE

SODAGARWAD, SURAT

+91 9173103824

dawoods1918@gmail.com

aabdulahadpatel786@gmail.com

ملنے کے پتے:

دار الحمد ریسرچ انسٹیٹیوٹ، سوداگرواڑہ، سورت۔

مکتبہ رشیدیہ، مولانا عثمان بن مولانا سلمان ہاشمی، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، دار جدید کے سامنے۔

فہرست مضامین

صفحہ	عناوین	نمبر شمار
۱۸	دعائیہ کلمات حضرت مولانا ابراہیم صاحب پانڈور دامت برکاتہم	۱
۱۹	دعائیہ کلمات حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ	۲
۲۰	بنامِ خدا از مرتب: طاہر سورتی	۳
۲۹	درس شیخنا محمد یونس الجونفوری علیہ رحمۃ اللہ بقلم عبد الأحد بن یوسف السورتی الفلاحی	۴
۳۴	محدثِ اعظم از: مفکر ملت حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودری دامت برکاتہم العالیہ	۵
۴۲	برکۃ العصر، ہند کا فخر از: حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری ادامھم اللہ بالصحۃ والعافیۃ والمسرۃ	۶
۴۹	تعزیتی خط از: حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ	۷

۸	جامع الکمالات از: حضرت شیخ الحدیث مولانا حنیف صاحب لوہاروی زادمجدھم	۵۱
۹	كلمات العزاء والدعاء من الشيخ عامر بن محمد فداء بهجت حفظه الله	٦٩
۱۰	حبر الامۃ، شیخ وقت از: حضرت مولانا سید شاہد صاحب ادام اللہ ظلال برکاتھم بالعافیۃ	۷۰
۱۱	میرے محبوب شیخ از: حضرت مولانا عبدالرحیم لمباڈا صاحب حفظھم اللہ وعافاھم	۸۰
۱۲	مجموعۂ کمالات از: حضرت مفتی طاہر صاحب غازی آبادی مدظلھم العالی	۸۸
۱۳	یکتائے روزگار از: حضرت مفتی شبیر صاحب لندن زیدمجدہ وفضلہ	۹۳
۱۴	تھیں جس کے دم سے بہاریں وہ باغباں نہ رہا از: طاہر سورتی	۱۰۴
۱۵	پندرہویں صدی کے بخاری از: طاہر سورتی	۱۱۶

۱۶	کچھ یادیں کچھ باتیں از: طاہر سورتی	۱۲۶
۱۷	بخاریِ زماں از: طاہر سورتی	۱۳۷
۱۸	خصوصیاتِ درس از: طاہر سورتی	۱۴۲
۱۹	ترجمة شیخ الحدیث محمد یونس علیہ الرحمۃ بقلم الشیخ زیاد التکلة حفظه الله	۱۴۶
۲۰	کلمات العزاء والمواساات من الشیخ زیاد التکلة حفظه الله	۱۵۰
۲۱	ترجمة الشیخ محمد یونس الجونفوری بقلم عبد الأحد بن یوسف السورتی الفلاحی	۱۵۱
۲۲	ایسا کہاں سے لاؤں۔۔۔؟؟؟ از قلم: محمد داود سورتی	۱۶۲
۲۳	ایک ٹیلی فونی گفتگو	۱۶۶
۲۴	اک گوہر نایاب کی گم شدگی۔ایک عہد زریں کا خاتمہ مولانا بدر الحسن القاسمی کویت	۱۶۸

۲۵	عزاء الشیخ محمد یونس الجونفوری من الشیخ الدکتور محمد یحیٰ بلال منیار حفظہ اللہ	۱۷۳
۲۶	عکس تحریر، نمونۂ تحقیق	۱۸۵

فہرست مضامین (تفصیلا)

۱	**تعزیتی کلمات** **حضرت مولانا ابراھیم صاحب پانڈور دامت برکاتھم العالیہ**	۱۸

۲	**تعزیتی کلمات** **حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتھم**	۱۹

(۳)بنامِ خدا---از مرتب: طاھر سورتی

۱	اوراب سند کا مسئلہ	۲۳
۲	طریقۂ کار	۲۷

۳	**درس شیخنا محمد یونس الجونفوری رحمۃ اللہ علیہ** **بقلم عبد الأحد بن یوسف الفلاحی السورتی**	۲۹

(۵) مفکر ملت حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی

۱	تمام دینی حلقوں کا نقصان	۳۴
۲	انڈونیشیا میں مسجد الشیخ یونس کی تعمیر	۳۵
۳	یہاں پڑاؤ ہ...!!!	۳۵
۴	وما الموت إلا رحلة	۳۷
۵	اچھا ہے مرجائے تو	۳۸
۶	عظیم محدث	۳۸
۷	بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا	۳۹
۸	ابھی میرے دو سال باقی ہیں	۴۰

(۶) حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری امدھم اللہ بالصحۃ والعافیۃ والمسرۃ

۱	صلحاء امان ہیں	۴۲
۲	منہوم فی العلم	۴۳
۳	پچاس سال تدریسِ بخاری	۴۴
۴	از خوابِ گراں خیز	۴۵
۵	کثرتِ استغفار ہمارا ہتھیار	۴۵
۶	سب کے لیے ایک لائحۂ عمل	۴۶
۷	اس قوم پر رحمت نہیں اترتی	۴۷

۷	**تعزیتی خط** **از حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری**	۴۹

(۸) حضرت شیخ الحدیث مولانا حنیف صاحب لوھاروی زاداللہ مجدھم

۱	ہمہ گیر و جامع الکمالات	۵۱
۲	وہ محدثانہ دقیق ابحاث اب کہاں ۔۔۔۔؟؟؟	۵۲
۳	نکاتِ علمیہ (۱) وزن روح کا ہوگا نہ کہ جسم کا	۵۲
۴	(۲) صلحاء کی باتیں شوق ورغبت سے سننی چاہیے	۵۴
۵	(۳) منطوق مفہوم سے ارجح ہے	۵۵
۶	زہد وخوف	۵۶
۷	کثرت درود پر زور	۵۶
۸	علم کا پندار	۵۶
۹	ابن الہمام پر رد	۵۷
۱۰	ان کی خاکِ پا کو سرمہ بنالوں	۵۷
۱۱	خبردار!!! کچھ نہ کہنا!!	۵۸

۱۲	طارق! تم میں صلاحیت ہے	۵۹
۱۳	پچیس ہزار کے عوض چھ لاکھ روپے	۵۹
۱۴	بازار سے گزر رہا ہوں خریدار نہیں ہوں	۶۰
۱۵	غُرِّ یُ غَیِّرِ یُ	۶۱
۱۶	ما ہیچ نداریم غمِ ہیچ نداریم	۶۱
۱۷	یہی ہے عبادت یہی دین وایماں	۶۱
۱۸	جلال و جمال کا سنگم	۶۲
۱۹	خلافِ پیمبر کسے رہ گزید	۶۲
۲۰	إنما أكل كما يأكل العبد	۶۳
۲۱	میری سائیکل گھسیٹنے سے کچھ نہ ہوگا	۶۳
۲۲	تربیتِ اولاد	۶۴
۲۳	فمن اتقى الشبهات	۶۴
۲۴	أفعمياوان انتما؟	۶۴
۲۵	تلاوت کا اہتمام وتاکید	۶۵
۲۶	ایک خواب مع تعبیر	۶۵
۲۷	زیارتِ ربِ کائنات	۶۶
۲۸	اتقوا فراسة المؤمن	۶۷

۲۹	شیخ محمد حریری کا خواب	۶۷

۹	کلمات العزاء والدعاء من الشیخ عامر بن محمد فداء بهجت	۶۹

(۱۰) حضرت مولانا سید شاهد صاحب ادام اللہ ظلال برکاتهم بالعافیة

۱	یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر	۷۰
۲	ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم	۷۱
۳	مختصر احوالِ زندگی	۷۲
۴	مختصر تذکرہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ	۷۳
۵	لا یستطاع العلم براحة الجسم	۷۴
۶	تعلیم وتدریس	۷۶
۷	مشیخت حدیث کی مسند پر	۷۷
۸	ایک مرگِ ناگہانی اور ہے	۷۸
۹	بیعت واجازت	۷۸

(۱۱) حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لمباڈا حفظهم اللہ وعافاهم

۱	کوئی اس زخم کا مرہم نہیں ہے	۸۰
۲	جملہ مکاتبِ فقہ کی رعایت	۸۱

۳	احتیاط کا عالم	۸۱
۴	اب وہ نہیں ملیں گے	۸۲
۵	مبشرات؛ انہیں سے پوچھ لو!	۸۳
۶	تلاوت و درود کی تاکید	۸۴
۷	فتنوں سے حفاظت کا واحد راستہ	۸۴
۸	علم سے بے پناہ تعلق	۸۵
۹	من طلب العلی سهر الليالی	۸۶
۱۰	اور مولانا علی میاں حیران رہ گئے	۸۶

(۱۲) حضرت مفتی طاہر صاحب غازی آبادی مدظلهم العالی

۱	إتقان العلم والعمل	۸۸
۲	مویشی کا تاجر اور حضرت کا ادراک	۹۰
۳	دل کا سارا بوجھ ختم ہوگیا	۹۰
۴	احسان شناسی	۹۱
۵	آخری افتتاحی دعا اور دومنٹ کی نصیحت	۹۱
۶	کوئی کیا رہے گا جب رسولِ خدا نہ رہے	۹۲

(۱۳) حضرت مفتی شبیر صاحب لندن زید مجدہ وفضلہ

۱	یہ بھی دیکھا وہ بھی دیکھ	۹۳

۲	انفاق فی سبیل اللہ	۹۴
۳	دقتِ نظر، وسعتِ مطالعہ	۹۵
۴	اس کی جانب سرکا دیے	۹۵
۵	علم میں گہرائی وگیرائی	۹۶
۶	یا بدا ند جوہری	۹۷
۷	امام بخاری سے بے پناہ محبت	۹۸
۸	طلبہ پر شفقت	۹۸
۹	حضرت شیخ زکریاؒ کی دور اندیشی	۹۸
۱۰	عزیمت پر عمل	۹۹
۱۱	حضرت شیخ الحدیث اور آپ کے خانوادے سے محبت	۱۰۰
۱۲	اساتذہ کے نام پر صدقہ	۱۰۰
۱۳	کلمات شکر	۱۰۱
۱۴	حسن العهد من الإيمان	۱۰۱
۱۵	ہندو بیرون ہند کے علماء کی جانب سے تعزیت	۱۰۲
۱۶	مخطوطات کی اہمیت	۱۰۲
۱۷	أعلم الناس بصحيح البخاري	۱۰۳

(۱۴) طاہر سورتی

۱	تعزیت کی مدت	۱۰۴
۲	تذکرۂ بزرگاں تقویتِ دل کا باعث	۱۰۵
۳	متفرق اشعار و مقولات	۱۰۵
۴	بیننا و بینکم یوم الجنائز	۱۰۶
۵	مؤمن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی	۱۰۷
۶	صابن سے میرا ہاتھ دھلا!	۱۰۷
۷	سورت سے یہ ”بھیک منگو“ آئے ہیں	۱۰۷
۸	ڈابھیل کے ایک طالبِ علم کا قصہ	۱۰۸
۹	ڈانٹ باعثِ سعادت	۱۰۸
۱۰	ایسا گھٹیا کپڑا میں نہیں پہنتا	۱۰۹
۱۱	آمدم برسرِ مطلب	۱۰۹
۱۲	وفوق کل ذی علم علیم	۱۱۰
۱۳	نعمتوں کی قدردانی	۱۱۱
۱۴	ایاز! قدرِ خود بشناس	۱۱۱
۱۵	فإنه ولي حرّه وعلاجه	۱۱۳
۱۶	أعطوا الأجير أجره	۱۱۳
۱۷	خیر جلیس في الزمان کتاب	۱۱۴

(۱۵) طاہر سورتی

۱	حدیث ہی اوڑھنا بچھونا	۱۱۶
۲	کیا مجال ہے کہ عجب پیدا ہو	۱۱۷
۳	عبارت خوانی جوئے شیر لانا تھا	۱۱۸
۴	فنافی البخاری	۱۱۹
۵	تراجم بخاری کی خداداد فہم	۱۲۰
۶	قوتِ حافظہ	۱۲۱
۷	طرقِ حدیث پر گہری نظر	۱۲۱
۸	خواب میں صحابۂ کرام سے فہمِ حدیث	۱۲۲
۹	کتابوں سے عشق	۱۲۲
۱۰	کتاب کا چہرہ خراب نہ ہو	۱۲۲
۱۱	بہر تسکیں دل نے رکھ لی ہے غنیمت جان کر	۱۲۳
۱۲	سردی میں مشلّح پوشی	۱۲۳
۱۳	۱۰۰ / مرتبہ فتح الباری کا مطالعہ	۱۲۴
۱۴	شیخ کی زندگی ایک درس	۱۲۵

(۱۶) طاہر سورتی

۱	موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس	۱۲۷

۲	قربِ قیامت میں علم اٹھالیا جائے گا	۱۲۸
۳	کچھ یادیں کچھ باتیں	۱۲۹
۴	حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کا انتقال	۱۳۰
۵	ایک نظر ڈال کے دنیا ہی بدل دیتے تھے	۱۳۱
۶	پنجاب کے سفر میں ختم قرآن	۱۳۱
۷	میری تفریح کتابوں میں	۱۳۲
۸	حدیث میں درک و گہرائی	۱۳۲
۹	حضرت شیخ کے کتب خانہ میں امتیازی شان	۱۳۳
۱۰	وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے	۱۳۳
۱۱	ایصالِ ثواب کی درخواست	۱۳۴
۱۲	احمق ہی متکبر ہوتا ہے	۱۳۵
۱۳	احادیث کا با محاورہ ترجمہ	۱۳۵
۱۴	حضرت شیخ کا ادراک	۱۳۶

(۱۷) طاہر سورتی

۱	آیۃ من آیات اللّٰہ	۱۳۷
۲	فنا فی الحدیث کا مقام	۱۳۸
۳	حضرت شیخ الحدیث کی جانشینی	۱۳۹

۴	امام بخاریؒ سے عشق	۱۳۹
۵	پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ	۱۳۹
٦	الإنسان عبد الإحسان	۱۴۰

(۱۸) خصوصیاتِ درس - از طاہر سورتی

۱	الشيئ بالشيئ يذكر	۱۴۳
۲	آمدم بر سرِ مطلب	۱۴۴

۱۹	**ترجمة شيخ الحديث - بقلم الشيخ محمد زياد التكلة**	۱۴٦

۲۰	**كلمات العزاء والمواساة - من الشيخ زياد التكلة**	۱۵۰

(۲۱) ترجمة شيخ الحديث - بقلم عبد الأحد بن يوسف السورتي

۱	اسمه	۱۵۱
۲	مولده	۱۵۱
۳	نشأته ودراسته	۱۵۱
۴	شيوخه في الحديث	۱۵۲
۵	تدريسه وعطاؤه	۱۵۳

۶	أخذی عنه	۱۵۳
۷	انطباعی عنه	۱۵۴
۸	فوائد متنوعة سمعتها منه	۱۵۵
۹	بعض رؤاه المبشرة	۱۵۶
۱۰	مشاهداة متنوعة	۱۵۷
۱۱	وفاته	۱۵۹

(۲۲) ایسا کہاں سے لاؤں...؟؟؟- از قلم: محمد داود سورتی

۱	مختصر سوانحی نقوش	۱۶۵
۲	بیعت واجازت	۱۶۵

۲۳	**ایک ٹیلی فونی گفتگو**	۱۶۶

۲۴	**اک گوہر نایاب کی گم شدگی.....** **از: مولانا بدر الحسن القاسمی کویت**	۱۶۸
۲۵	**عزاء الشیخ محمد یونس الجونفوری رحمۃ اللہ علیہ** **من الشیخ الدکتور محمد یحی بلال منیار**	۱۷۳
۲۶	**عکسِ تحریر، نمونۂ تحقیق**	۱۸۵

دعـــائیــہ کلمـــاتــــ

حضرت مولانا ابراہیم صاحب پانڈور دامت برکاتھم العالیہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم. أما بعد!

حضرت اقدس مولانا یونس صاحب جونپوری، شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور رحمہ اللہ تعالیٰ ان نابغۂ روزگار شخصیات میں سے تھے، جن کی پوری زندگی کتاب وسنت اور حدیثِ نبوی کی خدمت میں گزری، زمانۂ طالب علمی ہی سے جفاکشی اور اساتذہ واکابر کی محبت واطاعت شعاری ان کا شعار تھا۔ طلب علم کے باب میں ان کی محنت ولگن قابلِ رشک تھی، وہ اسلاف کے سچے پیروکار، اکابر کے یادگار، زہد وقناعت کے پیکر اور طلبہ وعلماء کے لیے ایک نمونہ تھے، علم وتحقیق کے میدان میں ممتاز تھے۔

یہ معلوم ہوکر بڑی مسرت ہوئی کہ سورت کے احباب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و سوانح اور اوصاف وکمالات پر مشتمل، مختلف اکابر وشاگردان کے مضامین و بیانات کو کتابی شکل میں شائع کررہے ہیں، دل سے دعا کرتا ہوں کہ مولائے کریم اس کتاب کو طلبہ، علماء اور عوام سب کے لیے نافع بنائے۔ آمین ثم آمین۔ والسلام

ابراہیم پانڈور عفی عنہ

وارد حال دہلی

۴؍ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ

دعائیہ کلمات

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ

عزیزم مفتی طاہر سورتی سلمہ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری علیہ الرحمۃ سے متعلق چند اچھے مضامین اور بیانات کو تحریری شکل میں مرتب کیا ہے، میں اپنی گوناگوں مصروفیات کے باعث اس مجموعہ کو بالاستیعاب تو نہ دیکھ سکا، لیکن جستہ جستہ اس کو دیکھا اور مفید پایا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ اس کی اشاعت ان شاء اللہ باعثِ خیر و برکت ہوگی دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول ومقبول فرمائے۔ اور ہر انسان کو اس سے نفع پہنچائے اور اس کی تیاری میں جن حضرات نے جس طرح حصہ لیا ہے، سب کو اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے اپنی شایانِ شان دارین میں جزاءِ خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

میں اس موقع پر عزیز موصوف کو دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں، اور ناظرین سے درخواست کرتا ہوں کہ اس رسالہ سے کما حقہ استفادہ کریں۔ اور جن باتوں کا تعلق عمل سے ہے ان پر عمل کرنے کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔ فقط۔

أملاہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

۳/ ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ

۲۶/ اگست ۲۰۱۷ء

بروز شنبہ

بنامِ خدا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ازمرتب: طاہر سورتی

الحمد لله كفى، وسلام على عباده الذين اصطفى. اللهم صل وسلم على سيدنا محمد المصطفى وعلى آله وصحبه نجوم الهدى قادة التقى، اللهم اكثرنا وأثرنا ولا تؤثر علينا وأصلح لنا شأننا كله، لا إله إلا أنت. أما بعد!

ایک سولہ شوال ۲۷۵ھ کی تھی، جب اسی عالمِ رنگ و بو نے امام أبوداود سلیمان بن اشعث سجستانیؒ کے وصال کی خبر سنی تھی۔ اور ایسی ہی سولہ شوال ۱۴۳۸ھ کو دنیائے اسلام امیر المؤمنین فی حدیث رسول اللہ ﷺ، شیخ الحدیث، جنید دوراں، شبلیِ زماں، ریحانۃ العصر، فواحۃ الدھر، استاذِ مکرم، مشفق ومحترم حضرت مولانا محمد یونس بن شبیر صاحب جونپوری نور اللہ ضریحہ وقدس سرہ کے وصال پر ملال کی خبر صاعقہ اثر سن کر سکتہ و صدمہ سے دو چار ہوئی۔ حالاں کہ سب جانتے تھے کہ شیخ چراغِ سحر ہیں اور تقریباً دو سال سے بزبانِ حال گویا تھے

ع چراغِ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں

عمر شریف کی ۸۰ر سے زیادہ منزلیں طے فرما چکے تھے، اس سب کے باوجود ہر ایک پر سناٹا چھا گیا۔ یہ شیخ کی عند اللہ محبوبیت ومقبولیت کی بین دلیل ہے کہ صلحاء و اکابر سب سے زیادہ متأثر دیکھے گئے۔ حالاں کہ شیخ نہ ان کے استاذ تھے نہ ان کے مرشد۔

استاذی وشیخی حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری زید مجدہم نے حضرت مولانا سلمان صاحب ومولانا طلحہ صاحب زادھما اللہ عزا وکرامۃ کے نام، گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کی وفات کی خبر سن کر تھوڑی دیر کے لئے تو گم صم ہو گیا۔۔۔اور اس کے بعد قریب رہنے والوں نے کئی دنوں تک حضرت کو اس سے منقطع و منفعل پایا۔

رئیس المدارس والعلماء حضرت اقدس مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی متعنا اللہ بطول بقائھم بالعافیۃ والصحۃ والسلامۃ کئی دنوں تک غم گین رہے۔فلاحِ دارین کے ایک تعزیتی مجمع سے ارشاد فرمایا: ''یہ کسی ایک شخص کی موت نہیں ہے، کسی فرد اور کسی عالم کی موت نہیں ہے، ان دنوں پورے علمی حلقہ کی عجیب سی کیفیت ہے، بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا۔۔۔۔۔''

متعنا اللہ الخ پر مجھے یاد آیا: حضرت مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتھم نے ایک رقعہ کچے گھر سے شیخ کے نام بھیجا- غالباً میرے ہی ہاتھ- اور اس میں القاب وآداب کے بعد اخیر میں جملۂ دعائیہ مذکورہ لکھا تھا۔اسے پڑھتے ہی شیخ کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔اور فرمانے لگے: ان سے کہنا کہ آپ کیا کریں گے میرے زیادہ جینے سے؟ آپ تو خود شیخ بنے بیٹھے ہیں- أو نحوہ- بے تکلفی- ماشاء اللہ- دونوں حضرات میں بہت ہی زیادہ تھی۔

حضرت پیر صاحب زاد فضلھم مبہوت وساکت ہو گئے۔مولانا احمد لاٹ صاحب سے فون پر بات ہی نہ کر سکے۔بس رونے رونے میں کال پوری ہو گئی۔حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے پورے ہی خانوادہ نے استاذِ مرحوم کو اپنے ہی خاندان کا ایک فرد سمجھا:

"سلمان منا أهل البيت"

اور مشفق محدث حضرت شیخ الحدیث رحؒ بھی ویسی ہی شفقت ولاڈ کرتے تھے۔مولوی عثمان بن حضرت مولانا محمد سلمان صاحب دام لطفھم سے ہمارے دورہ کے سال میں فرماتے تھے: ''پیپل کہیں کا'' کہ پیپل کیوں کہتے ہیں؟ پیپل کی طرح پھیلتا جو جا رہا ہے۔

دو سال قبل جب شیخ موت کے منہ سے باہر آئے۔ اور بعافیت سہارنپور پہنچے تو مکرم ناظم صاحب نے خوشی کے مارے بڑی دعوت کی۔ اس میں مظاہر کے طلبہ واساتذہ اور جملہ متعلقین کو شریک کیا۔

استاذِ گراں قدر حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب زیداحترامھم سے بھی دوستانہ تھا۔ شیخ کو کسی دن زیادہ سبق پڑھانا ہوتا تو خادم کو صبح ہی نماز کے بعد ان کے گھر بھیج دیتے کہ آج آپ کی گھنٹی میں سبق میں پڑھاؤں گا۔

حضرت ناظم صاحب کے نورِ نظر عزیزم مولانا ثوبان سلمہ ابھی اخیر زمانہ میں شیخ کے بڑے ہی منظورِ نظر بن گئے تھے، اور جہاں تک مجھے علم ہے، شیخ نے ان کو اجازت بھی دی ہے۔

جمعرات کو خاص طور سے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی صاحبزادی (مولانا ثوبان کی والدہ) شیخ کا مرغوب ومحبوب کوفتے کا سالن بنا کر مولوی ثوبان کے ہاتھ بھیجتیں اور موصوفِ مذکور شیخ کو کھلاتے، اور شیخ نہ کھاتے تو بہت لجاجت، خوشامد کرتے، تو شیخ ان کے ہاتھ سے چند لقمے مزید تناول فرماتے۔

بھائی جعفر نے سنایا: ایک مرتبہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کی موجودگی میں دسترخوان پر شیخ نے اسی طرح کوئی چیز کھانے کے سلسلہ میں اپنی مخصوص ادا دکھائی، تو حضرت شیخ نے فرمایا: ''بھائی یونس! نخروں سے تو ہمیں ہی کھانا نہ آیا۔''

آم بہت ہی شوق ورغبت سے تناول فرماتے۔ اور اس وقت جب شیخ کی عمر اٹھاون سال تھی؛ تین تین چار چار گھولنے والے آم کھا لیا کرتے تھے، اور آنے والے طلبہ کو بھی بڑی فیاضی سے کھلاتے تھے۔ دیسی بیضہ نیم برشت کچھ اس شان سے کھاتے کہ پلیٹ خادم کے ہاتھ میں رہتی، چمچ شیخ کے قبضے میں۔ چاروں جانب سے سفیدی کاٹتے، اور صرف زردی

ایک ہی بار میں کھا لیتے۔

ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا: مجھے سنترہ کھلا۔ میں نے اسے چھیلا۔ پھر قاشوں کے اوپر کی باریک جھلی بھی نکالی۔ بیج بھی سب نکال دیے۔ اور چمچ رکھ کر شیخ کو پیش کیا۔ شیخ مسرور ہوئے، چہرہ پر اس کے آثار صاف نظر آئے۔ فرمایا: کبھی بادشاہوں کو سنترہ اسی طرح کھلایا جاتا تھا۔

اصلاح و تزکیہ میں تیز رفتار طبیعت پائی تھی، جنوبی افریقہ سے ایک صاحب آئے اور عرض کیا: ساؤتھ افریقہ سے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا: تو کیا ہوا؟ کوئی آسمان سے آئے ہو؟

موقع سے مزاح بھی فرمالیا کرتے، فرماتے: بچو! میں تو چھوٹا انسان ہوں۔ چھوٹا ہی جانور کھاتا ہوں: چوزہ، بکری کا بچہ۔ ایک صاحب نے عرض کیا: پالن پور سے حاضر ہوا ہوں فرمایا: ''پالن پور تو گجرات کا بنگال ہے۔''

مسنون و ماثور اوراد و اذکار کا بڑا اہتمام فرماتے، ہانسوٹ تشریف لائے، عصر کے بعد جلوہ افروز تھے، تلامذہ و معتقدین زیارت و صحبت سے شادکام ہو رہے تھے، غروب قریب ہوا تو فرمایا: اب مجھے تھوڑی دیر تنہا چھوڑ دیں، میں اس وقت کچھ پڑھتا ہوں۔ مولانا شیر علی صاحب سے خطاب کر کے فرمایا: اگر انسان برسہا برس تک بخاری پڑھائے، اور بخاری میں وارد اورادِ صباح و مساء نہ پڑھے تو اس نے کیا بخاری پڑھائی؟؟

اور اب سند کا مسئلہ:

(ا) ایک دن چھتہ مسجد میں مرشدِ اول، حضرت اقدس، فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت ہمیشہ کی طرح بہت متوجہ ہو کر مجھ سے گفتگو فرما رہے تھے۔ فرمایا: مضمون نگاری آتی ہے؟ پتہ نہیں کیسے میرے منہ سے ایک دم ''ہاں'' نکل

گیا، حالاں کہ اس وقت تک مضمون کے نام پر میرے ذخیرے میں کچھ بھی نہ تھا۔ حضرت نے خوش ہو کر ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔ غنیمت ہے، یہ نہ فرمایا کہ: ذرا ایک مضمون تو لکھ کے بتانا۔ فجز اھم اللّٰہ خیر ا.

(۲) ''حدیث کے اصلاحی مضامین'' کی خدمت الحمدللہ از خشتِ اول تا آخر مولوی عبدالمنان منیار سلمہ اور اس راقمِ آثم کے حصہ میں رہی۔ تب ہر مجلس ایک چھوٹے سے جزء کی شکل میں نشر ہوتی تھی۔ بعد میں حضرت دام مجدہم کے ارشاد سے ضخامت بڑھائی گئی، اور بجائے متفرق اجزاء شائع کرنے کے پوری جلد (۵۰۰ سے ۶۰۰ صفحات) شائع کرنے لگے۔ اور حسنِ اتفاق سے اس زمانہ میں، میں احمد آباد میں ''کرھاً'' یکسوئی کی دولت سے مالامال تھا۔ پتہ نہیں کیسے؟ ایک دن مسودہ پر نظرِ ثانی کے دوران ایک دم سے خیال آیا کہ بطور ابتدائیہ کے کچھ لکھوں، اور لکھا۔ اخیر میں ڈر اور شرم کے مارے نام نہیں لکھا۔

حضرت زید فضلہم نے جب پڑھا تو فرمایا مضمون تو اچھا ہے لیکن ناقص ہے۔ اس کی تکمیل کی ضرورت ہے۔ اور ان سے کہو کہ نام ''ابوزاہر'' لکھیں، مولوی عبدالمنان نے یہ پیغام اور وہ ناقص اداریہ اس حاشیہ کے ساتھ مجھے بھیجا کہ ''درمیان سے آمد بند ہوگئی'' میں نے اسے مکمل کر کے بھیج دیا۔ اور اب یہ دائمی معمول بن گیا۔

حضرت مختلف و متنوع اداؤں سے مضمون پر پسندیدگی ظاہر فرماتے۔ یہاں تک کہ ایک اداریہ پڑھ کر فرمایا: ''اب تم کوئی رسالہ شروع کرو۔'' اس کی تو تب توفیق نہ ہوئی۔ اب جب استاذی شیخ الحدیثؒ داغِ مفارقت دے گئے تو خصوصی نمبر نکالنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور شدہ شدہ شدت اختیار کرتا گیا۔ اس سے مجبور ہو کر یہ قدم اٹھایا، سب سے معافی کا خواستگار ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے بھروسے کام شروع کیا۔ الحمدللہ، راستے کھلتے گئے۔ مضامین ملتے

چلے گئے اس کی ابتدا میں حضرتؒ کی ایک نایاب عربی درسی تقریر ہے۔ جو درس بخاری میں شیخ فرید باجی تونسی کی آمد پر شیخ نے کی تھی۔ قدردانی واستلذاذ کی امید پر قارئین کی نذر ہے۔ میں اس کے لیے مولوی عبدالاحد فلاحی کا تہ دل سے ممنون ہوں۔

رئیسِ مکرم کو استاذ محترم سے شدید لگاؤ ماشاء اللہ عمر بھر رہا۔ وفات والے دن ہی حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دام مجدھم نے ایک آڈیو کلپ جاری فرمائی۔ اس میں اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار فرمایا۔ مجھے یاد ہے: کھروڈ کے ایک اجتماع میں شیخ نے اپنی ایک انمول تحقیق بھرے مجمع کے سامنے یہ کہہ کر پیش فرمائی کہ اگر اس مجلس میں مولانا (کاپودروی) نہ ہوتے تو میں ہرگز یہ بات بیان نہ کرتا۔ اس رسالہ کا مرکزی مضمون حضرت رئیس کے بیان کے اقتباسات ہیں، جو آپ نے فلاح دارین کے احباب کے سامنے فرمایا تھا۔ حضرت کا پورا بیان نہ لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ فلاحِ دارین والے شائع کررہے ہیں۔ اس کی اہمیت باقی رہے۔ ہم نے صرف وہی حصہ لیا جو حضرت شیخ یونس صاحبؒ سے متعلق ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم العالیہ کے سامنے جب میں نے اس خصوصی نمبر کے نکالنے کے ارادے کا ذکر کیا، تو حضرت نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور بہت دعائیں دیں، اور اپنا بیان چھاپنے کی اجازت مرحمت فرمائی، ہم مشکور ہیں کہ حضرت نے نہ صرف ہمیں اس کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی، بلکہ مسرت وشادمانی بھی ظاہر فرمائی۔ اور اس کے بعد جب بھی حضرت کی نظر میں کوئی مفید، پر مغز اور اچھا مضمون حضرت شیخ سے متعلق آتا تو بڑے اہتمام سے یاد فرما کر فون کرتے کہ فلاں رسالہ میں حضرت شیخ سے متعلق ایک مضمون آیا ہے، اس کو آپ اپنے نمبر میں لے لیں، جیسے مولانا عمرین محفوظ رحمانی صاحب زید مجدہ کا مضمون جو الفرقان میں شائع ہوا، اس کے متعلق مولانا نے بڑی تاکید

فرمائی، ان شاء اللہ جلدِ ثانی میں وہ مضمون آنے والا ہے۔اسی طرح کچھ عربی مضامین کے بارے میں بھی رہنمائی فرمائی۔اور دو عربی مرثیے بھی عنایت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کو اس محبت کے لیے جزاءِ خیر عطا فرمائے، قبول فرمائے۔اس توجہ کو بھی میں اپنے لیے، ادارے کے لیے، خصوصی نمبر کے لیے نیک فال سمجھتا ہوں، باعثِ خیر و برکت سمجھتا ہوں۔

میرے مرشد مکرم و استاذ محترم حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری زید لطفہم وعنایاتہم کا مضمون و تعزیتی مکتوب بھی ہمیں مل گیا۔اور حضرت کی با قاعدہ اجازت سے اسے شامل کیا ہے۔ فالحمد للہ۔ مولانا بدر الحسن صاحب قاسمی کا مقالہ بھی کچھ کم نہیں ہے۔ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔ پوری کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔امید تو یہی ہے کہ سب کو پسند آئے گی، لیکن پہلا پہل تجربہ ہے۔آتا جاتا کچھ ہے نہیں۔اس لیے آپ حضرات سے باادب التماس ہے کہ پڑھنے کے بعد:

کوئی بات پسند آئے، تو بھی بتائیں، نہ آئے تو بھی فرمائیں۔

اقلی اللوم عاذل والعتابن — وقولی ان اصبت لقد اصابن

مشورے بھی دیں۔اصلاح و تصحیح سے بھی سرفراز فرمائیے گا۔اور دعاؤں سے بھی۔

ناظرین! یہ جلد اول ہے۔بہت سے اہم مضامین ابھی باقی ہیں۔ان شاء اللہ اگلے شمارہ میں انہیں بھی شمار کرلیں گے۔ارادہ ہے ایک ماہنامہ باضابطہ جاری کرنے کا۔آپ حضرات باقاعدہ ممبر بن جائیں تو ہمت بڑھ جائے۔سالانہ زرِتعاون کی بشارت ان شاء اللہ جلد ہی آپ کو دیدوں گا۔

قریب ڈیڑھ سال قبل شہر سورت میں، اپنے بزرگوں سے استصواب کے بعد ایک ریسرچ انسٹیٹیوٹ بنام ''دار الحمد'' قائم کیا ہے۔اور اس ادارے سے پہلی مرتبہ یہ رسالہ شائع

ہو رہا ہے۔ میں بارگاہِ ایزدی میں سر بسجود ہوں۔ اپنی خطایا وزلل سے سخت نادم و پشیمان ہوں۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل نسیمِ صبح! تیری مہربانی

اس بے تکے اداریے سے بھی پریشان ہوں۔

نہ بحرفِ ساختہ سرخوشم نہ بنقشِ بستہ مشوشم

نفسے بیادِ تو می زنم، چہ عبارت و چہ معانیم

طریقۂ کار۔۔۔۔

(۱) اس رسالہ میں:

جو باقاعدہ مضامین ہمیں ملے، انہیں تو من وعن شائع کیا ہے۔ البتہ جن بیانات کو تحریری جامہ پہنایا ہے، ان میں ذیلی عناوین بغرضِ سہولت ہم نے بڑھائے ہیں۔ بوقتِ ضرورت بعینہٖ بیان کے الفاظ نہ رکھتے ہوئے اس کی تنقیح کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔

(۲) پورے بیان کے بجائے صرف حضرت شیخ سے متعلق باتوں کو ہی قلمبند کیا گیا ہے۔

(۳) ضرورت کے مواقع پر حواشی لگا دیے ہیں، مرتب کے نام سے رمز ''ط۔س۔'' رکھا گیا ہے۔

اس رسالہ کی تکمیل کے لیے:

عزیزانم مولوی داود میمن فاضل جامعہ ڈابھیل و رفیقِ ادارہ، مولوی عبدالاحد فلاحی، مولوی عبید منیار کاتب، حافظ انیس منیار، مولوی جنید کاپڑیا وغیرہم سلمھم اللہ وعافاھم نے اپنے اپنے میدان میں میرا ہاتھ بٹایا ہے۔ ان سب کے لیے بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہوں۔

اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے، اور ان کی نسلوں میں خدام دین اور علماءِ ربانیین پیدا فرمائے۔

جن حضرات کے پاس حضرت شیخ یونس صاحبؒ کا کوئی بھی علمی افادہ - خواہ وہ ایک سطر ہی کیوں نہ - ہو تحریری شکل میں، یا کسی حافظہ (دماغ، موبائل کیسیٹ، سی ڈی، پین ڈرائیو) میں موجود ہو، جلد از جلد منظر عام پر اس کی رونمائی کریں۔ اور اس سلسلہ میں ہمارے لائق جو بھی خدمت ہو تو ہمیں یاد فرمائیں۔ صفحہ نمبر ۲ پر ہمارا پتہ موجود ہے۔

درس شيخنا المحدث محمد يونس الجونفوري رحمه الله

بقلم تلميذه عبد الأحد بن يوسف الرانديري الفلاحي

(ألقى شيخنا هذا الدرس عام ١٤٣٧ھ حين حضر مجلسه الشيخ فريد الباجي المالكي التونسي، و كتبه زميلي مولوي جابر الميواتي ثم نقلته من دفتره و نقحته و حققته و علقت عليه)

بسم الله الرحمن الرحيم

أورد الإمامُ الحافظ محمد بن إسماعيل البخاري، الجعفي مولاهم رضي الله عنه هذه الترجمة

باب ما ذكر في الحجر الأسود

غرض المصنف بهذه الترجمة ذكر فضيلة الحجر الأسود، والدليل عليها أن خاتم النبيين، إمام المتقين، قائد الغر المحجلين، سيدنا محمد النبي الأمين ﷺ قبل الحجر الأسود واستلمه ففيه فضل عظيم.

أيها الطلبة! إن النبي ﷺ حامل لواء التوحيد، وقائم مقام ابيه إبراهيم الذي قابل حكومة نمرود الظالمة الغاشمة، ودعاهم إلى التوحيد، فالله سبحانه وتعالى قيض لنبينا ﷺ النبوة، وجعله خاتم النبيين بل أكمل النبيين ﷺ والدليل على أكمليته ﷺ أنه لما جُعل نبيا انقطعت النبوات كلها، وما بقى في عهده نبي ولا بقيت دعوة، بل الدعوات كلها انصرفت إلى النبي ﷺ وهو يقول: "بعثت إلى الأحمر والأسود."

[**قلت:** أخرجه محمد بن سعد بهذا اللفظ من حديث عبد الله بن جعفر، الطبقات الكبرى لابن سعد: ١/ ٩٢ وأخرجه الحافظ ابن كثير بهذا اللفظ في ضمن تفسير اٰية "قل ياأيها الناس إني رسول الله إليكم جميعا" من حديث أبي موسى رضي الله عنه و

أخرجه مسلم من حديث جابر في المساجد بلفظ" بعثت إلى كل أحمر وأسود" الرقم: ١٢٥، والبخاري منه في التيمم بلفظ" بعثت إلى الناس عامة" الرقم: ٣٣٥ وقال الحافظ ابن حجر عليه الرحمة في الفتح: قيل: المراد بالأحمر العجم وبالأسود العرب وقيل: الأحمر الإنس و الأسود الجن، وعلى الأول التنصيص على الإنس من باب التنبيه بالأدني على الأعلى لأنه مرسل إلى الجميع وأصرح الروايات في ذالك وأشملها رواية أبي هريرة رضي الله عنه عند مسلم "وأرسلت إلى الخلق كافة" انتهى ع.ف]

وقال (الشيخ يونس عليه الرحمة): وقد ورد في فضل الحجر الأسود حديثٌ رواه الترمذي فقال:" نزل الحجر الأسود من الجنة وهو أشد بياضا من اللبن فسوّدته خطايا بني أدم."

[**قلت**: أخرجه الترمذي من حديث ابن عباس رضي الله عنه وقال: حديث ابن عباس رضي الله عنه حديث صحيح، الرقم: ٨٧٧، انتهى. ع. ف.]

فبيّن النبي صلى الله عليه وسلم في هذا الحديث أمرين: (١) نزل الحجر الأسود وهو أشد بياضا من اللبن (٢) سودته خطايا بني أدم.

ومن المعلوم لديكم أن بين اللفظين "أبيض" و"سوّدته" تناسبا ظاهرا، هذا أبيض وذالك أسود أي على وجه المقابلة، ولكن جاء رجل متصوف- اسمه محمد بن علي الطائي المشهور بابن العربي -وقال: سوّدته خطايا بني ادم أي جعلته خطايا بني ادم سيدا للأحجار فانظر - أيها الطالب - إلى هذا المتصوف، هو يهّون أمر الأصنام ويحرك بكلمته أذهان الناس، ويزيل ما وقع في أذهانهم من سوء عبادة الأصنام وهو يقول: فإذا كان الخطأ مسودا للحجر على جميع الأحجار، فلا بد أن يكون في الخطأ شرف وعزة وكرامة، فلا حرج في عبادة الأصنام، وجعل عبادة

الأحجار حسنة بالإشارة لا بالعبارة.

[**قلت**: ذكره ابن العربي في الفتوحات المكية "الباب الثاني والسبعون في الحج وأسراره"، ونصه ما يلي: إن الله أنزل الحجر الأسود منزلة اليمين الإلهي التي خمر الله بها طينة أدم حين خلقه فسوّدته خطايا بني ادم، أي صيرته سيداً بتقبيلهم إياه فلم يكن من الألوان من يدل على السيادة إلا اللون الأسود فكساه الله لون السواد ليعلم أن ابنه قد سوّده بهذا الخروج إلى الدنيا، كما سوّد أدم فكان هبوطه هبوط خلافة لا هبوط بُعد، ونسب سواده إلى خطايا بني أدم كما حصل الاجتباء والسيادة لأدم بخطيئته، أي بسبب خطايا بني ادم أُمِرُوْا أن يسجدوا على هذا الحجر ويقبلوه ويتبركوا به ليكون ذلك كفارة لهم من خطاياهم فظهرت سيادته لذلك فهذا معنى سوّدته خطايا بني ادم أي جعلته سيداً، وجعلت اللونية السوادية دلالة على هذا المعنى، فهو مدح لا ذم في حق بني أدم، انتهى قول ابن العربى رحمه الله.

وأقول: ذكر بعض العلماء أن الفرق بين القاضي ابن العربي (صاحب أحكام القرآن) وبين سميّه الصوفي الشهير (صاحب الفتوحات المكية) أن الأول معرّف ب أل التعريف، بخلاف الأخير والواقع أن كليهما معرّف، أما الأول فلا خلاف فيه وأما الثاني فثبت بخطه في نسخة كتابه "الفتوحات المكية" المحفوظة في متحف مولانا ب "قونيا" التركية، أنه كان يكتب اسمه هكذا: **محمد بن علي ابن العربي**، و صورة خطه موجودة عندي.

وكذا ذكر الذهبي في سير أعلام النبلاء (٤٨/٢٣) في ترجمته: "العلامة صاحب التواليف الكثيرة .... **ابن العربي**، نزيل دمشق. ع.ف.]

فقال: تصور -أيها الطالب- أن هذا الرجل كيف حرّف الكلم عن مواضعه

وهكذا يحرف هذا الرجلُ الكلم عن مواضعه وفي جميع كتبه تحريفات والناس يعتقدون فيه اعتقادا كبيرا، وهو الذي كان يدعو إلى وحدة الوجود فإذا كان الوجود واحدا فهذه المخلوقات خرجت منه فكيف الحلال والحرام والطهارة والنجاسة وغيرها؟؟؟ والله تعالى يقول :" اقرأ باسم ربك الذي خلق خلق الإنسان من علق "فالله خالق وكل ما سواه مخلوقه، وهذا الرجل المتصوف يقول: بل المخلوق جزء من الله -عز وجل-، وهذه أعجوبة ومفسدة كبرى، ولا يتوجه الناس إلى مثل هذه المفاسد، وهم يقولون: فلان كذا وفلان كذا واعلموا أن الدين ليس عند فلان وفلان؛ بل الدين ما جاءنا من النبي ﷺ لأن الله تعالى يقول في سورة الفتح :"محمد رسول الله" والله تعالى أكبر من كل شيء حتى لا يمكن لأحدٍ رؤيتُه، فسأله موسى عليه السلام وهو من أولى العزم من الرسل : "رب أرني أنظر إليك" فقال :"لن تراني" وكلمة "لن" للنفي المؤكد في المستقبل فقال -لن يمكن- "ولكن انظر إلى الجبل فإن استقر مكانه فسوف تراني"، ثم ماذا وقع؟ قال الله تعالى: "فلما تجلى ربه للجبل جعله دكا وخر موسى صعقا."

أيها الطلبة :هذا شأن ربنا فيقول أبو موسى الأشعري رضي الله عنه : إن النبي ﷺ قال: "إن الله لا ينام ولا ينبغي له أن ينام، حجابه النور لو كشفه لأحرقته سبحات وجهه ما انتهى إليه بصره من خلقه."

[**قلت**: أخرجه مسلم في الإيمان من حديث أبي موسى، والحديث بتمامه ما يلي: عن أبي موسى قال: قام فينا رسول الله ﷺ بخمس كلمات فقال إن الله عز وجل لا ينام ولا ينبغي له أن ينام يخفض القسط ويرفعه، يرفع إليه عمل الليل قبل عمل النهار وعمل النهار قبل عمل الليل، حجابه النور وفي رواية أبي بكر: النار، لو كشفه

لأحرقت سبحات وجهه ما انتهى إليه بصره من خلقه، الرقم: ۱۷۹ ع.ف.]

وقال: المخلوقات كلها تنعدم وتحترق حين ظهور وجهه تعالى ولا يبقى شيئ أمامه، حتى لم يستطع موسى علیه السلام أن يراه فكيف تخرج منه السماء والأرض و غيرهما.

واعلموا أن عقيدة وحدة الوجود عقيدة فاسدة و هى توجب الحلول و الاتحاد، ومن اعتقد بالحلول والاتحاد فهو منكر للقرآن والسنة ومنكر لما كان عليه الصحابة و التابعون ومن بعدهم -رضى الله عنهم- ولكن كان ذالك الزمان زمان الصوفية الجاهلين فلذا لم يتكلم عليه أحد إلا ابن تيمية وسراج الدين البلقيني الشافعي والحافظ ابن حجر وغيرهم. ونحن أمثالنا كالدابة الصغيرة نبتئس بهذه الكلمات ولا نقول شيئا وبهذا أكتفي. والله سبحانه أعلم.

[**قلت:** (۱) وأيضاً هذه (عقيدة و حدة الوجود) عقيدة ابن سبعين وابن الفارض والتلمساني وابن برجان وأتباعهم ممن سلك سبيلهم ودان بنحلتهم.

(۲) [قلت] و أيضاً تكلم على ابن العربى بدرُ الدين بن جماعة، و خطيب القلعة شمس الدين محمد بن يوسف الجزري الشافعي، والفقيه أبو محمد بن عبد السلام وابن خلدون والسبكي وأبو زرعة العراقي وغيرهم.

و من يرد المزيد من المعلومات فليراجع "مجموع الفتاوىٰ" لابن تيمية، و "درأ تعارض العقل و النقل" له، و كتاب تقى الدين الفاسى "عقيدة ابن عربى و حياته." -وصلى الله على النبي الأمي- ع.ف.]

نقحه وحققه وعلق عليه عبد الأحد بن يوسف السورتي الفلاحي

وفرغ منه يوم الجمعة، ۱۹ ذي القعدة-۱۴۳۸

محدث اعظم

مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی دامت برکاتہم العالیہ

(رئیس المدارس والمدرسین)

مؤرخہ ۲۸/شوال المکرم ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۳/جولائی ۲۰۱۷ء بروز یکشنبہ

بمقام: دارالعلوم فلاحِ دارین، ترکیسر

تمام دینی حلقوں کا نقصان:

علماءِ کرام! اور میرے عزیز بھائیو!

مسلسل اتنے بڑے حادثات پیش آئے جن کا تصور نہیں تھا۔

مولانا یونس صاحب جونپوریؒ کا انتقال صرف مظاہر علوم کا صدمہ نہیں ہے، بلکہ تمام عالمِ اسلام کے دینی حلقوں کا صدمہ ہے۔ عربی کا مشہور شعر ہے ۔

وَمَا كَانَ قَيْسٌ هُلْكُهُ هُلْكَ وَاحِدٍ وَلٰكِنَّهُ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

میرے دوستو! یہ کسی ایک شخص کی موت نہیں ہے، کسی فرد اور کسی عالم کی موت نہیں ہے، ان دنوں پورے علمی حلقہ کی عجیب سی کیفیت ہے، بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا، اس اخیری دور میں جو شخص پورے ۵۰/سال مسندِ حدیث پر بیٹھے، بخاری شریف کا درس دیتا رہے اور رات دن شروحاتِ بخاری میں لگا رہے، جب بھی دیکھو، یا تو حافظ ابن حجرؒ کی کتاب فتح الباری آپ کے سامنے ہے، یا تو عینی کی ''عمدۃ القاری'' آپ کے سامنے ہے، یا کبھی ابنِ بطال کی شرح بخاری سامنے ہے اور ایسی ایسی کتابیں جن کا نام بھی ہم نے پہلے نہیں سنا تھا وہ حضرت کے پاس رہتی تھیں اور ان کی طرف مراجعت کرتے تھے، نیز اللہ تعالیٰ نے غضب

کا حافظہ عطا فرمایا تھا، ایسے شخص کی وفات واقعۃً ایک بہت بڑا خلا ہے، ہر ایک کو اس کا صدمہ ہے اور پورے عالم میں اس صدمہ کو محسوس کیا گیا۔

انڈونیشیا میں مسجد الشیخ یونس کی تعمیر:

حضرت کی وفات کے بعد مدینہ منورہ سے شیخ عامر بہجت کا خط آیا- میرے پاس بھی اس کی ایک کاپی آئی-جس میں انہوں نے بڑے افسوس کا اظہار کیا، اسی طرح شیخ حامد اکرم بخاری نے بھی تعزیتی کلمات کہے اور مدینہ منورہ میں مولانا کے ایک عاشق ہیں "شیخ احمد عاشور" وہ بھی روتے رہے، نیز انڈونیشیا کے لوگ پریشان ہیں، اب انڈونیشیا ہندوستان سے کتنا دور ہے، اور ہمیں اس کا اندازہ بھی نہیں تھا، مگر کل انگلینڈ سے انگریزی میں ایک تحریر آئی، جس میں لکھا تھا کہ انڈونیشیا میں حضرت کے چاہنے والے اکٹھے ہوئے اور انہوں نے اپنے بہت ہی رنج وغم کا اظہار کیا، اور سب نے مل کر یہ طے کیا کہ حضرت کے نام کی ایک مسجد بنائیں گے، اب آپ اندازہ لگائیے کہ ایک شخص کا انتقال سہارنپور میں ہو رہا ہے اور انڈونیشیا کے لوگوں کو اتنا صدمہ ہے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ اب یہاں حضرت کی یادگار قائم ہونی چاہیے، یہ زندگی کی علامت ہے، یہ محبت کی علامت ہے کہ ہزاروں میل دور رہنے کے بعد بھی ان کے دل میں آیا کہ یہ ایسی شخصیت تھی جس کو بھلایا نہیں جا سکتا۔

یہاں پڑا رہ...!!:

انہوں نے سب کچھ چھوڑا: اپنا وطن چھوڑا، اپنے رشتہ داروں کو چھوڑا اور اپنے آپ کو سہارنپور میں ڈال دیا، طالبِ علمی کے زمانہ میں بیمار ہو گئے اور خون کی قے ہونے لگی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ نے کہا کہ بھائی! گھر چلے جاؤ! فرمایا، نہیں حضرت!

میں نہیں جاتا، میں تو یہیں رہوں گا۔ حضرت شیخ نے کہا: بھائی یونس! تو یہاں رہ کر کیا کرے گا؟ تو بیمار رہے۔ تو کہا: حضرت! کچھ باتیں تو میرے کان میں پڑ جائیں گی، میں گھر جاؤں گا تو اس سے بھی محروم ہو جاؤں گا، یہ ہمارے طلبہ کے لیے عبرت کی چیز ہے یہاں تو معمولی بخار ہوتا ہے، تو سیدھے چھٹی لے کر آجاتے ہیں، میری طبیعت خراب ہے اور یہ خون کی قے ہونے کے باوجود نہیں جارہے ہیں، تو حضرت شیخ، مولانا زکریاؒ نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا: اچھا پھر تو یہاں پڑا رہ! شیخ کا یہ جملہ بھی بڑا عجیب وغریب تھا، بس وہاں پڑے رہے سات سال تک تو وہ ایک دن بھی جونپور تشریف نہیں لے گئے، نہ رمضان کی چھٹی میں گئے نہ عید کرنے گئے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فارغ ہونے کے بعد فوراً ان کو تدریس کے لیے مدرسہ والوں نے رکھ لیا، قابل جوہر کو جوہری پہچانتے ہیں۔ ؎

قدر جوہر شاہ داند یا بداند جوہری

حضرت شیخ نے سمجھ لیا یہ ہیرا ہے، اس کو ضائع نہیں کرنا ہے، تو انہوں نے فوراً معین مدرس میں رکھا، اس کے بعد ترقی ملتی رہی، اور ایک وقت آیا کہ حضرت شیخ جب معذور ہو گئے -حضرت کو آنکھوں میں تکلیف ہوگئی تھی- تو بخاری شریف حضرت شیخ یونس صاحب کے حوالے کردی، حالاں کہ قدیم اساتذہ موجود تھے، خود حضرت مولانا یونس صاحب کے اساتذہ بھی موجود تھے، لیکن حضرت شیخ نے کہا: بخاری یونس پڑھائے گا، لوگوں کو تعجب ہوا کہ یہ نوجوان آدمی ہے، لیکن حضرت نے کہا کہ میں نے جو فیصلہ کیا وہ صحیح ہے، وہ جانتے تھے کہ اس شخص کے اندر کیا جوہر ہے۔

وما الموت إلا رحلة:

میرے دوستو! موت تو، آنی ہی آنی ہے۔

وَمَا الْمَوْتُ إِلَّا رِحْلَةٌ غَيْرَ أَنَّهَا مِنَ الْمَنْزِلِ الْفَانِي إِلَى الْمَنْزِلِ الْبَاقِيْ

(موت بھی ایک سفرہی ہے، ہاں اتنی بات ہے کہ اس میں انسان دنیائے فانی سے دنیائے باقی کی طرف سفر کرتا ہے)

اور کسی نے کہا ہے ؎

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ إِلَى الْحَبِيْبِ.

(موت ایک پل ہے، جس کے ذریعہ ایک دوست دوسرے دوست تک پہنچتا ہے)

ان حضرات کے لیے مرنا تو کوئی مشکل امر نہیں، یہ تو متمنی رہتے ہیں کہ کب ہمارا وقت آئے اور ہماری اللہ سے ملاقات ہو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں فارسی کے شاعر نے کہا ؎

یادداری کہ وقتِ زادنِ تو ہمہ خنداں بودند و تو گریاں
آں چناں زی کہ بوقتِ مردنِ تو ہمہ گریاں بودند و تو خنداں

تجھے یاد ہے کہ تیری پیدائش کے وقت سارے گھر والے ہنس رہے تھے کہ واہ!! واہ!! صاحبزادے تشریف لائے، مٹھائی تقسیم کرو، اب تم دنیا میں زندگی ایسی گزارو کہ جب تم دنیا سے جاؤ، تو ساری دنیا کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہوں اور تم خوش وخرم اللہ کی طرف جارہے ہوں۔ ؎

نشانِ مردِ مؤمن باتو گویم چوں مرگ آید تبسم برلبِ اوست (اقبالؔ)

(مردمؤمن کی نشانی یہ ہے کہ اس کی موت کے وقت اس کے چہرے پر تبسم ہوتا ہے)

اچھا ہے مر جائے تو:

اور شیخ کا مزاج عجیب وغریب تھا: ایک آدمی گیا اور کہا: حضرت! میری دادی بہت بیمار ہے، اس کے لیے دعا کیجیے، حضرت نے پوچھا: کتنے سال کی عمر ہے؟ کہا: حضرت ۸۰ رسال، فرمایا: ''اچھا ہے مر جائے تو'' وہ ہکا بکا رہ گیا کہ میں تو صحت کے لیے دعا کرانے آیا تھا اور حضرت تو یہ جواب دے رہے ہیں۔ حضرت یہ چاہتے تھے کہ جب اتنی لمبی عمر ہوگئی اب ادھر ادھر ٹھوکریں کھائے گی، اچھا ہے کہ اللہ کے وہاں رہے۔ جب بھی ہم حضرت کے سامنے ذکر کرتے تھے کہ حضرت ایسا ہے، تو کہتے تھے: مولانا اس کی فکر نہ کرو! درود شریف پڑھو! کئی مرتبہ حضرت نے مجھے کہا: مولانا درود پڑھو! اخیری زندگی میں حضرت جب جناب نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی بولتے تھے، تو آپ پر بہت اثر ہوتا تھا اور فوراً آنکھوں سے آنسو ٹپک جاتے تھے، حدیث پڑھاتے پڑھاتے نبی کریم ﷺ سے اتنی قربت ان لوگوں کو ہوجاتی تھی کہ وہ برداشت نہیں کر پاتے تھے۔

عظیم محدث:

حضرت مولانا یونس صاحبؒ ہماری صدی کے بہت بڑے محدث تھے۔ میں نے خود دیکھا مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں کہ وہاں کے علماء بالکل طلبہ کی طرح دوزانو بیٹھ کر، ان کے سامنے بخاری شریف سناتے تھے۔ آپ کو کویت اور قطر بلایا گیا اور کویت اور قطر میں مسجد میں مجلس رکھی گئی جس میں سینکڑوں علماء جمع ہوئے، وہاں حدیث کی تلاوت ہوئی اور شیخ سے اجازت لی گئی اور میں نے دیکھا کہ شیخ بلا تکلف عربی میں بات کر رہے تھے، میں نے پہلے اس طرح شیخ کو عربی میں گفتگو کرتے ہوئے نہیں سنا تھا، ایسا اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ

سہارنپور میں شیخ الحدیث ہیں یا مکہ معظّمہ کا مدرس؟ میں حیران تھا کہ جیسے ان کو اردو پر قدرت ہے ویسے ہی بلا تکلف عربی بولتے ہیں۔

اور حدیث کی ایسی ایسی کتابوں تک ان کی رسائی تھی کہ جن کو ہمارے علماء جانتے بھی نہیں ہیں۔ایک مرتبہ میں سہارنپور، تین چار روز کے لیے حاضر ہوا، تو حضرت بہت دیر تک کچھ تلاش کررہے تھے، پھر کہا: بھائی! ایک عبارت میں نے دیکھی، میرے دل میں یہ آیا کہ دیکھوں: اس آدمی نے یہ بات کہاں سے نکالی؟ میں تین دن سے اس کی تلاش میں ہوں، اب معلوم ہوا کہ فلاں کتاب سے اس نے یہ بات لی ہے، اس کو کہتے ہیں "محقق" یہ نہیں کہ ایک بات کتاب میں پڑھ لی اور نقل کردی بلکہ اس کی تحقیق کہ یہ آدمی کہاں سے نقل کررہا ہے؟ اصل راوی کون ہے؟ جو حضرات اپنے آپ کو علم کے لیے فنا کرتے ہیں، انہی کو یہ چیز حاصل ہوتی ہے۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا:

اردو کا مشہور شعر ہے جس کو ہم بار بار دہراتے ہیں ؎

ہمیں [1] دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا	مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا

یہ صرف منہ سے بولنے کی چیز نہیں ہے، شیخ نے اس پر عمل کرکے بتایا، شیخ کے کمرہ کو آپ دیکھیں گے کہ چاروں طرف کتابوں کے اونچے اونچے ڈھیر ہیں اور اسی میں حضرت آرام فرماتے تھے۔

---

[1] ابھی ابھی مولوی معاویہ سعدی کا مضمون آیا ہے، اس میں ہے کہ شیخ نے درس میں فرمایا: بچپن میں میری خالہ نے میری کاپی پر مذکورہ شعر لکھ دیا۔ بس اسی ایک شعر نے زندگی بدل دی۔ ط۔س۔

اور طبیعت کا استغناء - جو ایک عالم دین کے لیے ضروری ہے- ایسا کہ لاکھوں روپیے لوگوں نے حضرت کو ہدیے میں دیے اور حضرت نے اس کو سہارنپور کے مکاتب مدارس اور غربا میں تقسیم کر دیے، بڑی بڑی رقمیں حضرت کو سہارنپور میں پیش کی گئیں، مگر حضرت نے کہا: ارے بھائی! یونس کا کھانا تو بہت مختصر سا ہے، اس پیسہ کو کیا کریں گے؟ پھر فرماتے: اچھا! مولانا صاحب یہاں آؤ! مولانا صدیق احمد صاحب باندویؒ کے مدرسہ میں اتنے بھیج دو، مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوریؒ کے مدرسہ میں اتنے بھیج دو، اتنے مدرسہ قدیم والوں کو بھی دے دو اور فلاں کو اتنا دے دو، گویا تھوڑی دیر میں پوری رقم حضرت تقسیم کر دیتے، ایسے آدمی مشکل سے ملیں گے ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے	بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

میرے بھائیو! ایسے دیدہ ور روز- روز پیدا نہیں ہوتے، یہ اللہ تعالیٰ کے عجیب بندے تھے، بڑی خوبیاں اللہ تعالیٰ نے ان میں رکھی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا بڑا قوی تعلق تھا۔

ابھی میرے دو سال باقی ہیں:

۲ رسال پہلے مدینہ منورہ میں سخت بیمار ہو گئے تھے، ڈاکٹروں نے جواب دے دیا تھا، مولانا یونس صاحب رندیرا نے مجھے فون کر کے کہا تھا کہ ڈاکٹر مایوس ہو چکے ہیں، لیکن انہوں نے کہا: نہیں! مجھے ہندوستان لے جاؤ! تم لوگ ایسا سمجھتے ہو کہ میں مر جاؤں گا؟ ابھی میرے دو سال باقی ہیں، اس حالت میں میں نے ان کو ''ملت'' ہسپتال میں دیکھا تھا، میں نے سوچا کہ یہ آدمی کہہ رہا ہے کہ ابھی دو سال باقی ہیں، کس بنیاد پر کہہ رہا ہے، اس وقت عجیب کیفیت تھی، غنودگی طاری ہو جاتی تھی، ڈاکٹر جمع ہیں اور شیخ کہہ رہے ہیں: ''ابھی دو

سال باقی ہیں' وہ دو سال پورے ہو گئے اور آپ کی وفات ہو گئی۔ ؎

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

میرے دوستو! ایسا صفائے قلب پیدا کرو۔ ہمارا نیا سال شروع ہو رہا ہے، ایسے حضرات ہمارے لیے نمونہ ہیں۔

أُولٰئِک اٰبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِم ❁ إِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

(یہ ہمارے باپ دادا ہیں، کوئی لا کر تو بتائے ان جیسے)

واللہ الموفق.....

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ دکان اپنی بڑھا گئے

شیخ کا ایک پسندیدہ شعر:

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیثِ یار کہ تکرار می کنیم

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

برکۃ العصر، ہند کا فخر

حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری ادمھم اللہ بالصحۃ والعافیۃ والمسرۃ

(شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل و مفتیٔ اعظم گجرات

وخلیفہ اجل فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ)

مؤرخہ ۲۰ر شوال المکرم ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۵ر جولائی ۲۰۱۷ء شبِ یکشنبہ

بمقام: مسجدِ انوار، نشاط سوسائٹی، سورت، بعد نمازِ عشاء

صلحاء امان ہیں:

بھائیو! اس ہفتہ میں بہت سارے حوادث پیش آئے، اس میں سب سے بڑا حادثہ حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری نور اللہ مرقدہ کی وفات کا حادثہ ہے، حضرت کا گزشتہ ہفتہ انتقال ہوا، آپ سب جانتے ہیں کہ اللہ کے مقبول و مخصوص بندوں کا دنیا سے چلا جانا، یہ واقعۃً پوری امت کے لیے ایک بہت بڑا خسارہ ہے اور ایسے حضرات کا وجود امت کے لیے فتنوں سے حفاظت کا سبب ہے، روایتوں میں آتا ہے: نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے صحابہ میری امت کے لیے امان ہیں'' (رواہ مسلم عن أبی بردۃ عن أبیہ ﷺ) یعنی ان کے رہنے سے وہ عذاب، وہ مصیبتیں اور وہ فتنے جو آنے والے ہیں وہ نہیں آئیں گے اور جب وہ دنیا سے چلے جائیں گے، تو ان کی وجہ سے جو فتنے رکے ہوئے تھے وہ آئیں گے، اسی طرح اللہ کے مقبول و مخصوص بندوں کا وجود امت سے بہت سارے فتنوں کے ٹلنے کا اور امت کی ان فتنوں سے حفاظت کا سبب ہوتا ہے، ایک دعا سکھلائی گئی ہے، جس میں ہے ''وَلَا تَفْتِنَّا

بَعْدَہٗ" (اے اللہ! ان کے رخصت ہونے کے بعد ہمیں فتنہ میں مت ڈالنا) معلوم ہوتا ہے کہ ان کے جانے سے فتنوں کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

منہوم فی العلم:

بہرحال، حضرت شیخ کا اس طرح دنیا سے رخصت ہونا، واقعۃً امت کے لیے بہت بڑا حادثہ اور بہت بڑا خسارہ ہے، آپ نے اپنی پوری زندگی علمِ دین کی خدمت کے لیے کھپائی، پڑھنے کے لیے جب سہارنپور آئے، تو شروع ہی سے طبیعت میں کچھ کمزوری اور بیماری تھی، یہ بیماری بعد میں بھی رہی، میں نے بھی دیکھا کہ عموماً بیمار رہتے تھے، لیکن بیماری کے باوجود پڑھنے کا سلسلہ کبھی منقطع نہیں کیا، بیمار ایسے تھے کہ چارپائی سے اٹھنا مشکل تھا اساتذہ نے تجویز کیا کہ واپس وطن چلے جاؤ، جب ٹھیک ہوجاؤ تو آنا، حضرت شیخ رحمہ اللہ نے بھی کہلوایا کہ تم اپنے گھر واپس چلے جاؤ، جب طبیعت ٹھیک ہو تو آجاؤ، تو کہا کہ نہیں! میں تو یہیں رہوں گا، اسی بیماری میں چارپائی پر پڑے پڑے کان میں آواز تو آئے گی ہی، تو حضرت نے فرمایا کہ بیماری میں رہ کر کیا کروگے؟ تو فرمایا کہ کان میں آواز تو آئے گی حضرت نے فرمایا، ٹھیک ہے، پڑا رہ!!!

بہرحال طالب علمی کے زمانہ میں علمی طلب کا یہ شوق تھا، کہ بیماری کے باوجود اور بڑوں کی تنبیہ کے باوجود گھر جانا انہوں نے پسند نہیں کیا، بلکہ وہیں پڑے رہے، اس سے علم کا جذبہ اور شوق وطلب کا اندازہ ہوتا ہے، چنانچہ وہیں رہے اور وہیں سے فراغت حاصل کی اور ویسے تو بچپن میں آپ ۵ رسال دس مہینے کے تھے اور آپ کی والدہ کا انتقال ہوگیا تھا، نانا کے یہاں رہے، اپنے وطن کے قریب ایک مدرسہ میں ابتدائی کتابیں فارسی وغیرہ سے شرح جامی، نورالانوار وغیرہ تک پڑھیں اور پھر سہارنپور آئے، سہارنپور میں تکمیل کی، اور پھر وہیں

سات روپیے تنخواہ میں آپ کا بحیثیت معین مدرس کے تقرر ہوا، اس کے بعد دھیرے دھیرے اضافہ ہوا۔ تو بہرحال وہ تو وہیں پڑے رہے، اسی کو انہوں نے ترجیح دی اور بعد میں آٹھویں سال ہی میں آپ کو بخاری شریف دی گئی۔

پچاس سال تدریسِ بخاری:

مجھے یاد ہے کہ دیوبند میں میرا افتاء کا سال تھا، اور اگلا سال فنون کی تکمیل کا تھا حضرت شیخ رحمہ اللہ نے آخری سال بخاری شریف پڑھائی اور اس کے بعد جب بخاری ختم ہوئی، تو مولانا یونس صاحبؒ کے حوالہ کردی اور اعلان کردیا۔ اس وقت چہ می گوئیاں بھی ہوئی تھیں کہ ایک نوجوان جس کو ابھی اتنا تجربہ بھی نہیں ہے، ان کو بخاری شریف جیسی کتاب اتنے بڑے ادارے کے اندر دے دی! بہرحال حضرت شیخ کا فیصلہ تھا؛ اس لیے اس پر کوئی چوں چرا نہیں کرسکتا تھا، اس دن سے آج تک آپ نے پورے پچاس سال بخاری کا درس دیا اور علم حدیث کے سلسلہ میں آپ کی مہارت کو، آپ کے اختصاص کو اور آپ کے تجربہ کو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے، اس وقت گویا عالم اسلام میں علم حدیث میں آپ جیسا کوئی نہیں تھا عرب کے علماء بھی آپ سے استفادہ کرتے تھے۔

بہرحال یہ ہمارے ہندوستان کے لیے ایک بڑی سعادت اور فخر کی چیز تھی، آپ کی وفات سے اس سعادت سے اور اس برکت سے ہم محروم ہوگئے، ہمیں دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے، اللہ آپ کے درجات کو بلند فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ کے جانے سے جو خلاء ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو بہتر سے بہتر طریقہ سے پر کرے۔

ازخوابِ گراں خیز:

ابھی ماضی قریب میں بڑے بڑے علماء دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اور دنیا کے حالات جو اس وقت کروٹ لے رہے ہیں؛ بڑے سنگین اور قابلِ فکر ہیں، اس لیے ضرورت ہے کہ دعاؤں کا اہتمام ہو، توبہ اور استغفار کا اہتمام ہو، ہم لوگ ان حالات کے سلسلہ میں بیٹھ کر چرچے تو بہت کرتے ہیں، گھنٹہ گھنٹہ، دو دو گھنٹے، چار چار گھنٹے: ہمارا وقت اسی میں نکل جاتا ہے، لیکن، ان گھنٹوں بھر چرچا کرنے والوں سے پوچھیں گے کہ بھائی! آپ نے دعا میں کتنا وقت لگایا؟ دعا کا کوئی اہتمام کیا؟ تو معلوم ہوگا کہ اس کی طرف سے مکمل غفلت برتی جاتی ہے، ہم میں سے ہر ایک اپنا معمول بنالے، روزانہ صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان فتنوں سے امت کی حفاظت فرمائے اور شعائرِ اسلامیہ کی حفاظت فرمائے۔

کثرتِ استغفار ہمارا ہتھیار:

میرے بھائیو! پورے عالمِ اسلام کے حالات بڑے سنگین ہیں اور ہمارے ملک کے اندر بھی حالات سنگین سے سنگین تر ہوتے چلے جارہے ہیں، ایسے دور میں ضرورت ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور انابت کرے، صلوٰۃ التوبۃ پڑھنے کا اہتمام کرے، صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر دعاؤں کا اہتمام کرے، روزانہ استغفار اور توبہ کا اہتمام ہو، اپنے گھر کے لوگوں کو بھی اس کی طرف متوجہ کیا جائے، جتنا زیادہ توبہ اور استغفار کا اہتمام ہوگا، اتنی ہی مصیبتوں سے حفاظت ہوگی، قرآنِ پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عذاب سے امان کی دو چیزیں بتلائی ہیں: (۱) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (۲) وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (اے نبی! آپ کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کبھی ان کو عذاب

نہیں دیں گے) ظاہر ہے کہ جب آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے تو یہ امان تو ختم ہو گئی البتہ ”وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ“ (اور جب تک وہ اپنے گناہوں سے استغفار کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب میں نہیں ڈالیں گے) باقی ہے، اس لیے استغفار بہت اہمیت کا حامل ہے، اپنے ذاتی مسائل، ذاتی حالات اور ذاتی تکالیف کے حل کے لیے بھی بہت مجرب عمل ہے روزانہ رات کو سونے سے پہلے تین سو مرتبہ استغفار اور تین سو مرتبہ درود شریف کا اہتمام کیا جائے، استغفار یعنی: ”اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ“ اور اس کے علاوہ کوئی بھی صیغہ ہو اور تین سو مرتبہ اس لیے کہ کثرت کا کم سے کم عدد تین سو بتلایا گیا ہے اگر ہم اس کا اہتمام کریں گے تو اپنے جو حالات ہیں، ان میں بھی بہت کچھ تبدیلی آجائے گی اور اجتماعی طور پر تمام آدمی اس کا اہتمام کریں گے، تو امت کے حالات میں بھی تبدیلی آئے گی۔ نبیِ کریم ﷺ نے باقاعدہ تاکید فرمائی ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ”واللّٰہ اِنِّیْ لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً“ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ اللہ کے حضور توبہ اور استغفار کرتا ہوں، حالاں کہ حضور ﷺ تو معصوم تھے، ایک اور روایت میں ہے کہ نبیِ کریم ﷺ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے حکم دیا کہ تم اللہ کے حضور توبہ اور استغفار کرو، اس لیے کہ میں ایک ایک دن میں سو سو مرتبہ توبہ اور استغفار کرتا ہوں۔

(أخرجه أحمد عن الأغر رضي الله عنه)

سب کے لیے ایک لائحۂ عمل:

بہر حال اس کا اہتمام کریں۔ سب لوگ اس کا اہتمام کریں۔ ایک وقت روزانہ

۱۵-۲۰ منٹ کا فارغ کرلیں۔ اس میں صلوٰۃ التوبۃ پہلے پڑھ لیں۔ اس کے بعد صلوٰۃ الحاجۃ دو رکعت پڑھ کر اپنے اور پوری امت کے حالات کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے ان حالات کو اپنی قدرتِ کاملہ اور رحمتِ شاملہ سے بدل سکتے ہیں، اور کوئی علاج نہیں ہے۔ اس وقت جو صورتِ حال ہے وہ مایوس کن ہے، اس وقت ظاہری اسباب کے اعتبار سے لوگ سوچتے ہیں کہ کیا ہوگا؟ لیکن اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، وہ ایک پل میں مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں، اس لیے ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے حضور توبہ و استغفار کا اہتمام کریں، اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ گناہوں سے بچانے کا اہتمام کریں اپنے گھر میں گناہوں کے جو اسباب ہوں، ٹی وی وغیرہ جن میں گھر کے لوگ ۲۴ ر گھنٹے مشغول رہتے ہیں، ان سے اپنے آپ کو بچایئے! آپسی حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کیجیے! خاص کر کے بندوں کے حقوق میں جو حق تلفیاں ہوتی ہیں، ان سے بچنے کا اہتمام کریں۔ لوگوں کا حق جو مار لیا گیا ہے، اس کو ادا کرنے کا اہتمام کریں، یہ چیز بھی عموماً عذاب کا باعث ہوتی ہے، آج کل اس کی طرف سے اتنی غفلت برتی جاتی ہے کہ لوگوں کے پیسے رقمیں باقی ہیں، اور ان کے ادا کرنے کی طرف دھیان نہیں دیا جاتا، اس لیے جلد از جلد اپنے آپ کو اس سے سبکدوش کرنے کی کوشش کرو۔

اس قوم پر رحمت نہیں اترتی:

اور قطع رحمی یعنی رشتہ داروں کے ساتھ جھگڑے بھی بہت عام ہو گئے ہیں، ہر گھر میں بھائی بھائی کے اندر لڑائی ہے، بھائی بہن میں لڑائی ہے، بہن بہن میں لڑائی ہے، باپ بیٹے میں اختلاف ہے، تو یہ چیز بھی اللہ کی رحمت کو دور کرتی ہے، نبیٔ کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”إِنَّ الرَّحْمَةَ لَا تَنْزِلُ عَلَىٰ قَوْمٍ فِيْهِمْ قَاطِعُ رَحِمٍ“ (رواہ البخاری فی الأدب المفرد والطبرانی فی الکبیر وقال

المنذری فی الترغیب والترھیب: ضعیف) یعنی اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی، جس میں ایک آدمی بھی قطع رحمی کرنے والا ہو، پوری قوم میں ایک آدمی ایسا ہوتو پوری قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی، تو گھر گھر میں اگر ایسے لوگ ہوں گے تو کیا ہوگا، اس لیے اس کا بھی اہتمام ہو آپس کے معاملات کو درست کرلو! حقوق ادا کرلو! آپس میں معافی تلافی کرلو! رشتہ داروں کے بھی حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرلو! امید ہے کہ حالات میں تبدیلی آجائے گی، اس کا ہر آدمی اہتمام کرے، اپنے گھر میں بھی اس کی کوشش کرے اور اپنے متعلقین کو بھی اس کے لیے آمادہ کرے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

واٰخر دعوانا أن الحمد للہ رب العٰلمین۔

تعزیتی خط

از: حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مفتی احمد خانپوری
جامعة إسلامية تعليم الدين
دابيل، ضلع نوساري، كجرات، الهند

MUFTI AHMED KHANPURI
Jamiah Islamiah Talimuddin,
Dabhel, Dist. Navsari. Gujarat - India

Date :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم مکرم ومحترم حضرت مولانا سید سلمان صاحب دامت برکاتہم (ناظم مظاہر علوم سہارنپور)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج صبح جب کہ سبق پڑھانے کے لیے مطالعہ میں مشغول تھا اچانک شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کی وفات کی خبر سن کر تھوڑی دیر کے لیے توگم سم ہوگیا۔ آپ بہ یک وقت جملہ علوم وفنون کے ماہر تھے، اور خصوصاً علم حدیث سے آپ کو روحانی وجسمانی وابستگی تھی؛ پورے پچاس سال جامعہ مظاہر علوم میں بڑی آن بان شان کے ساتھ بخاری شریف کا درس دیا۔ اس وقت دنیائے اسلام میں علم حدیث میں آپ کا مقام نہایت بلند تھا، آپ کی وفات سے پورا عالمِ اسلام ایک عظیم وجلیل محدّث سے محروم ہوگیا۔ یہ حادثہ صرف جامعہ مظاہر علوم ہی کا نہیں؛ بلکہ پورے ملک اور پورے عالمِ اسلام کا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مرحوم کو اپنی رحمتوں اور مغفرتوں سے ڈھانپ لے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مراتب عطا فرمائے، ان کی قبر کو جنت کا باغیچہ بنائے، اور اس علمی خلا کو جو آپ کی وفات سے پیدا ہوا ہے، پُر فرمائے؛ خصوصاً جامعہ مظاہر علوم کو نعم البدل عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جامعہ مظاہر علوم کے طلبہ اور اساتذہ نیز تمام متعلقین کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل سے نوازے۔ آمین فقط

أملاہ: احمد خانپوری

۱۶ر شوال المکرم ۱۴۳۸ھ

گنجِ علمِ دین کا قفل کھولا آپ نے	عشق نبوی کا اچھوتا اک نمونہ آپ تھے
آپ تھے منہوم فی العلم، لطف یہ تھا آپ کا	ورق گردانی بخاری سراسر شوق تھا
آپ نے تقویٰ طہارت میں جمایا تھا قدم	رشک کرنے لگ گئے تھے شبلیِ دوراں قسم
فتحِ باری گردشِ خوں کی طرح تھی آپ میں	عمدۃ القاری سدا تازہ و تر تھی آپ میں
ابن تیمیہؒ و قیمؒ ، بن رجبؒ، ابن العربؒ	ہم نشینی تھی سدا ان بزرگوں سے آپ کی
چین آتا ہی نہیں ہم کو کسی پل اب یہاں	چہرۂ انور نظر میں ہے ہماری جانِ جاں
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے	سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

طاہر سورتیؔ

جــامع الکمــالاتــ

حضرت شیخ الحدیث مولانا حنیف صاحب لوہاروی زادمجدھم

(شاب صالح خلیفہ وتلمیذِ لبیب حضرت شیخ محمد یونس صاحب جونپوری)

شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ کھروڈ، بھروچ۔

مورخہ ۱۶؍شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جولائی ۲۰۱۷ء بروز منگل

بمقام: ٹورنٹو (کینیڈا)

الحمد لله رب الغلمين و الصلوة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على اله و صحبه أجمعين أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم اللّٰه الرحمن الرحيم و بشر الصبرين الذين اذا اصابتهم مصيبة. قالوا انا لله و انا اليه رجعون. اولئک عليهم صلوت من ربهم و رحمة و اولئک هم المهتدون. و قال النبی ﷺ: إن اللّٰه لا يقبض العلم إنتزاعاً ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء أو كما قال ﷺ.

(رواه البخاری و مسلم و اللفظ للبخاری)

ہمہ گیر و جامع الکمالات:

بزرگو! بھائیو! دوستو! میں اس وقت اس سکت میں نہیں ہوں کہ حضرت کی زندگی بیان کروں۔ میں آپ کے کون سے پہلو کو اجاگر کروں؟ آپ کے مصلحانہ انداز کو بیان کروں؟ یا آپ کے محدثانہ انداز کو؟ آپ کے فقیرانہ انداز کو بیان کروں؟ یا آپ کے زاہدانہ انداز کو؟ آپ کے تعلق مع اللہ کو بیان کروں؟ یا آپ کے تعلق مع الرسول ﷺ کو؟ ان آنکھوں نے اتنے قریب سے حضرت کو دیکھا ہے کہ ایسی شخصیت نظر نہیں آتی۔

ساری زندگی پتلی سی چادر پر سو کر گذار دی، ساری زندگی غریب رہے اور غریبانہ زندگی گذار کر چلے گئے۔

وہ محدثانہ دقیق ابحاث اب کہاں؟؟؟

یہ مسئلہ مسلم ہے کہ دنیا میں جب انبیاء نہ رہے، تو دوسرا کوئی باقی نہیں رہ سکتا، چاہے وہ ولی ہو یا محدث، زاہد ہو یا صوفی۔

میں نے آج حضرت کے انتقال کے بعد فوٹو میں حضرت کے چہرہ پر بہت نور دیکھا حضرت شیخ زکریؒا کا ارشاد ہے کہ اہل اللہ کے چہرہ پر موت کے وقت پوری زندگی کی عبادات کا نور ڈال دیا جاتا ہے۔

بھائیو! جب نبی ہی نہیں رہا، تو کیا شیخ اور کیا پیر؟ لیکن صدمہ اس بات کا ہے کہ اہل اللہ کے پیروں کے نیچے بہت سے فتنے دبے ہوئے ہوتے ہیں، جب وہ اٹھتے ہیں تو فتنوں کے دروازے کھلتے ہیں۔

نیز وہ اہل اللہ مشائخ جن کے سینے اللہ کی یاد سے تر بتر تھے، جب وہ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو حقیقت یہ ہے کہ علم بھی ان کے ساتھ دنیا سے چلا جاتا ہے، اب وہ محدثانہ دقیق بحثیں کہاں سنیں گے، جو ہم حضرت سے سنا کرتے تھے۔

نکاتِ علمیہ

(۱) وزن روح کا ہوگا نہ کہ جسم کا:

ابھی رمضان سے قبل کھروڈ تشریف لائے، تو بخاری شریف کے ختم کے موقع پر وزن اعمال پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک قول یہ ہے کہ نامۂ اعمال تولے جائیں گے

اور ترمذی شریف کی حدیثِ بطاقہ پیش کی کہ ۹۹/دفتر گناہوں کے ہوں گے اور پھر اللہ ایک پرچی نکالے گا، اس میں کلمۂ لا الہ الا اللہ لکھا ہوگا اور اسے ایک پلڑے میں رکھے گا تو وہ پلڑا جھک جائے گا، یہ دلیل پیش کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اس پر ایک سوال ہے کہ ایک پرچی کا وزن ۹۹/دفتر کے مقابلہ میں کیسے بڑھ گیا؟ عقل سے بالاتر بات ہے۔ ۹۹/دفتر کا وزن؛ وہ بھی اتنے بڑے بڑے کہ تاحدِ نظر، ان کے مقابلہ میں پرچی کی حیثیت کیا ہے؟ یہ سوال کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ قیامت میں روح کا وزن ہوگا جسم کا وزن نہیں ہوگا۔ اسی لیے موٹے موٹے لوگ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے اور دبلا پتلا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جس کی پنڈلیاں پتلی پتلی تھیں اور مسواک توڑنے چڑھے، لنگی ہٹ گئی، تو پتلی پنڈلیاں صحابہ دیکھ کر ہنسنے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا "لَرِجْلُ عَبْدِ اللّٰهِ أَثْقَلُ فِي الْمِيزَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أُحُدٍ" (أسد الغابة فی معرفة الصحابه و سیر أعلام النبلاء و الطبقات الکبری لابن سعد) (عبداللہ بن مسعود کی پنڈلی ترازو میں بروزِ قیامت احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہوگی) لہٰذا قیامت میں روح کا وزن ہوگا، جسم کا وزن نہیں ہوگا، تو ۹۹/دفتر میں اعمالِ انسان ہیں اور انسان فانی ہے، تو اس کے اعمال بھی فانی۔ اور پرچی میں توحید ہوگی "لا الہ الا اللہ" اور توحید اللہ کی صفت ہے، جو باقی ہے، پس اللہ باقی تو اس کی صفت بھی باقی، جس کے مقابلہ میں یہ سب فنا ہونے والا ہے، لہٰذا اعمالِ انسان کے ۹۹/دفتر کے مقابلہ میں توحید کی ایک پرچی وزنی ہو جائے گی۔ حضرت نے یہ نکتہ بیان فرمایا اور ختم کے بعد کمرہ میں آرام فرمایا، پھر امریکہ سے ایک بڑے عالم کا میرے فون پر میسج آیا کہ میری ۷۵/سال کی عمر ہو گئی، میں نے زندگی میں پہلی مرتبہ یہ بات سنی۔

پھر جب حضرت بیدار ہوئے تو چائے پیتے پیتے میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ ایک

عالم صاحب کا میسج آیا ہے، حضرت نے صبح جو بات کہی اس سے متعلق۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے بھی آج پہلی مرتبہ کہی۔ میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا، مجمع میں کوئی مخلص ہوگا اس کی توجہ سے اللہ نے میرے دل پر یہ بات ڈال دی۔[1]

ویسے تو بے شمار محدثانہ نکات ہیں، جب بخاری شریف پڑھاتے تھے، تو احادیث کو کھولتے چلے جاتے تھے، اور روایتوں کی وضاحت کرتے چلے جاتے تھے۔

(۲) صلحاء کی باتیں شوق و رغبت سننی چاہیے:

چنانچہ کتاب العلم میں، امام بخاری رحمہ اللہ نے واقعۂ موسیٰ و خضر علیہما السلام کو پیش کیا اس میں تیسرے واقعہ پر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا "هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ" اور اس کے بعد تینوں کی حقیقت بیان کی۔ یہ تو ہے پوری روایت۔ اس کے بعد نبی علیہ الصلاۃ السلام واقعہ کو بیان کرتے ہوئے ایک جملہ فرماتے ہیں: "يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوْسىٰ لَوَدِدْنَا لَوْ صَبَرَ حَتىٰ يُقَصَّ عَلَيْنَا مِنْ أَمْرِهِمَا" (اگر موسیٰ خاموش رہتے تو دونوں کی اور بھی باتیں کھل کر سامنے آتیں) اب یہاں شیخ نے استدلال کیا کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ کی باتوں کو اور ان کی کرامتوں کو شوق و لذت سے سننا چاہیے، یہ حضور پاک ﷺ کے جملے سے

---

[1] صرف مہمانانِ عظام کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ یہ بات ملا علی قاری حنفیؒ نے مرقاۃ المفاتیح میں بھی تحریر فرمائی ہے۔ قال علی بن سلطان محمد القارئ شارحاً الحديثَ القدسيَ: "يا موسى! لو أن السموات السبع و عامرهن غيري و الأرضين السبع وضعن في كفة و لا إله إلا الله في كفة لمالت بهن لا اله إلا الله." (لمالت بهن) أي: لرجحت عليهن و غلبتهن، لأن جميع ما سوى الله تعالى بالنظر إلى وجوده تعالى كالمعدوم، إذ كل شيئ هالك إلا وجهه، و المعدوم لا يوازن الثابت الموجود، و هذا معنى قوله ﷺ في حديث البطاقة: "ولا يثقل مع اسم الله شيئ" (لا إله إلا الله) (كتاب أسماء الله الحسنى، مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح) اسے توارد ہی کہہ سکتے ہیں۔ ط۔س۔

ثابت ہوتا ہے، تو اس طرح استدلال فرماتے کہ طبیعت مچل جاتی تھی۔

(۳) منطوق مفہوم سے ارجح ہے:

ایک موقع پر فرمایا کہ احناف نے سفر میں محرم کی معیت کے لیے تین دن تین رات کی شرط لگائی ہے۔ اور استدلال بخاری کی روایت سے کیا ہے کہ تین دن۔ تین رات کا سفر ہو تو محرم کا ہونا شرط ہے اور امام شافعیؒ نے ایک دن اور ایک رات کی شرط لگائی، یہ دونوں باتیں حضرت نے بیان فرمائی، اور کہنے لگے: میں کہتا ہوں کہ یہ روایت چھ طرق سے منقول ہے، اور ہر ایک کے الفاظ قدرے مختلف ہیں (۱) ثلثة أيام و لياليهن (۲) ثلثة أيام (۳) يومين وليلتين (۴) يومين (۵) يوما وليلة (۶) يوما یہ چھ طریق ہیں۔

پھر فرمایا کہ حنفیہ نے ثلثة ایام کے مفہوم سے استدلال کیا، اور کہا کہ مادون الثلثة بغیر محرم کے سفر کر سکتے ہیں یعنی تین دن پر تو محرم شرط، لیکن تین سے اندر اندر ہو تو بغیر محرم کے سفر کر سکتے ہیں، تو مفہوم سے جواز پر استدلال کیا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے ایک دن کی مسافت کو لے کر منطوق سے عدمِ جواز پر استدلال کیا، اور منطوق و مفہوم کا تعارض ہوگا تو منطوق کو ترجیح ہوگی نہ کہ مفہوم کو۔ پھر فرمایا کہ میرے نزدیک امام شافعی کی بات راجح ہے۔

اس عاجز کے پاس جو کچھ دو لفظ ہیں، وہ حضرت ہی کا فیض ہے، حضرت ہی کی برکتیں ہیں۔

بہر حال، رواۃ پر محدثانہ انداز سے گفتگو فرماتے تھے۔ الفاظِ حدیث پر تو حوالہ جات کی بھر مار کر دیتے تھے۔ طویل عبارتیں زبانی بولتے چلے جاتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رات کو یاد کر کے آئے ہوں، حالاں کہ وہ برسوں پہلے دیکھا ہوا ہوتا تھا، یہ تو محدثانہ انداز تھا۔

زہد و خوف:

اور جہاں تک حضرت رحمہ اللہ کے زاہدانہ انداز کا تعلق ہے، تو ساری زندگی نیچے سو کر گزار دی، میرے گھر پر آئے، بیس سال سے کھروڈ آتے تھے، شاید دو مرتبہ پلنگ پر سوئے ورنہ جب بھی آئے، نیچے ہی سوئے، کبھی اوپر نہیں سوئے۔ آخرت کا استحضار اتنا تھا کہ روتے بہت تھے اور یہ فرماتے تھے کہ قبر میں جاؤں گا تو مجھ سے سوال ہوگا، میں جواب دے پاؤں گا یا نہیں؟

کثرتِ درود پر زور:

ہمیشہ ہمیں نصیحت کرتے تھے کہ درود شریف کثرت سے پڑھو۔ اور فرماتے تھے کہ میرے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے جب مجھے اجازت دی تھی تو مجھے یوں کہا تھا کہ یونس! ہمیشہ درود شریف کا اہتمام کرنا، اس لیے کہ میں نے اس کے بڑے فائدے دیکھے ہیں۔

علم کا پندار:

اور فرماتے کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تکبر نہ کرنا، اپنے آپ کو حقیر سمجھنا اور اپنے آپ کو چھوٹا سمجھنا، حضرت رحمہ اللہ ہمیں بھی یہی نصیحت کرتے تھے۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ علامہ محمد بن طاہر پٹنی نے مجمع البحار میں فرمایا ہے: ”إن للعلم طغيانا كطغيان المال“ یعنی جیسے مال کا ایک غرور ہوتا ہے، اسی طرح علم کا بھی ایک غرور ہوتا ہے، نیز فرمایا کہ جب علم کا غرور آتا ہے تو وہ عالم اپنے جہنم کے راستہ کو ہموار کرتا ہے، ہم نے حضرت کو کبھی کسی کی تنقیص کرتے نہیں دیکھا، حضرت رحمہ اللہ کو بعض مسائل میں بعض علماء سے اختلاف رہا، لیکن کبھی کسی کی تنقیص اور تردید ایسے نہیں کی کہ عوام کے دل میں کوئی مسئلہ پیدا ہو۔

ابن الہمام پر رد:

چنانچہ ایک مرتبہ صاعِ عراقی اور صاعِ حجازی پر بحث آئی تو فرمایا کہ امام ابو یوسفؒ مدینہ تشریف لے گئے اور پچاس ابناء صحابہ سے ان کا مناظرہ ہوا، ہر ایک اپنے اپنے صاع کو لے کر آیا۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ جب میں نے ان کو ناپا، تو وہ سب سوا پانچ رطل تھے یعنی صاعِ عراقی نہیں تھے، بلکہ صاعِ حجازی تھے۔ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں "فَرَجَعْتُ فِي هٰذِهِ الْمَسْأَلَةِ إِلٰى صَاعِ الْحِجَازِ" [میں نے صاعِ عراقی سے صاعِ حجازی کی طرف رجوع کیا] علامہ ابن ہمامؒ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ غلط ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے رجوع نہیں کیا۔ اور دلیل ابنِ ہمام نے یہ پیش کی کہ امام ابو یوسفؒ کے علوم کے حامل امام محمدؒ تھے امام محمدؒ نے امام ابو یوسفؒ کے تمام علوم کو نقل فرمایا ہے۔ اگر اس واقعہ کا تحقق ہوتا تو امام محمدؒ ضرور اس کا تذکرہ فرماتے، لیکن امام محمدؒ نے اپنی چھ کتابوں میں سے کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں فرمایا، لہٰذا یہ واقعہ غلط ہے۔ علامہ ابنِ ہمامؒ کی یہ بات نقل کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ امام ابو یوسفؒ نے اپنے قلم سے اور اپنے ہاتھوں سے، اپنی کتاب "کتاب القضاۃ" میں یہ واقعہ لکھا ہے اور صاحبِ کتاب نے جب خود اپنا واقعہ لکھا ہے، تو تردید کی کیا گنجائش ہوسکتی ہے؟ کیسے تردید کی جائے؟ میں کہتا ہوں کہ ابن ہمام کے پاس علم کم تھا؛ بس حضرت نے جوش میں کہہ دیا: "ابن ہمام کے پاس علم کم تھا۔"

ان کی خاکِ پا کو سرمہ بنالوں:

مگر دوسرے دن سبق میں آتے ہی حضرت نے زار و قطار رونا شروع کر دیا اور فرمایا کہ بچو! کل میں نے ابن ہمام کو ایک جملہ کہہ دیا تھا کہ "ابن ہمام کا علم کم تھا" مگر ایسا

نہیں ہے۔ ابن ہمام کا علم بہت تھا، اگر ابن ہمام کے پاؤں کی خاک کوئی مجھے لا کر دے دے تو میں اسے اپنا سرمہ بنا لوں گا۔ نیز فرمایا کہ ان کا علم بہت تھا، حقیقت یہ ہے کہ "کتاب القضاۃ" ابن ہمامؒ کو پہنچی نہیں ہوگی، اس لیے انہوں نے یہ کہا، اگر کتاب پہنچی ہوتی تو یہ نہ فرماتے الغرض اس انداز سے بیان فرماتے تھے کہ اکابر کی تنقیص نہ ہو جائے۔

حضرت ہمیشہ ہمیں یہ کہتے تھے کہ بزرگوں کی کوئی بات دلائل کی روشنی میں تمہیں غلط بھی معلوم ہو، تو اس کا غلط ہونا بیان کیا جائے، لیکن تنقیص نہ کی جائے، تنقید و تنقیص کبھی نہیں ہونی چاہیے۔

خبردار! کچھ نہ کہنا:

حضرت شیخ پر ایک بڑے عالم نے ایک اشکال کر دیا تھا۔ بلکہ ایک ماہانہ پرچہ میں شیخ کے خلاف لکھ دیا تھا۔ جب وہ گجرات تشریف لائے (فی الحال مرحوم ہو چکے ہیں) تو میں نے حضرت کو فون کیا کہ حضرت وہ آئے ہوئے ہیں اور ہم ان کے پاس جانا چاہتے ہیں اور جو کلمات انہوں نے آپ سے متعلق لکھے ہیں، ہم ان سے ان کے دلائل مانگنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا خبردار! خبردار! خبردار! ان سے کچھ نہ کہنا، بہت ممکن ہے کہ میرے منجملہ عیوب کے کچھ کا انہیں پتہ چلا ہو اور انہوں نے کہہ دیا ہو، تمہیں انہیں کچھ کہنے کی اجازت نہیں ہے، اللہ انہیں بھی معاف کرے اور مجھے بھی۔ یہ ہے ہمارے بزرگوں کا طرزِ زندگی پوری زندگی حضرت نے کسی کا دل نہیں دکھایا، ضرور طبیعت میں حدت تھی، کبھی بول دیتے تھے، لیکن فوراً معافی مانگ لیتے تھے۔

طارق! تم میں صلاحیت ہے:

حضرتؒ جب پاکستان تشریف لے گئے، تو مولانا طارق جمیل صاحب تو طالبِ علم تھے، اور حضرت کی خدمت کرتے تھے، حضرت کے پاؤں دباتے تھے، وضو کراتے تھے اس کے بعد جب حضرت کی ملاقات حج میں ہوئی، تو حضرت نے مولانا طارق جمیل صاحب کو ڈانٹ دیا اور فرمایا کہ طارق! تم بیان کرتے ہو، اور بیان کی وجہ سے تم میں غرور آچکا ہے اپنی اصلاح کی ضرورت ہے۔ پھر ۲-۳ سال کے بعد مولانا طارق جمیل صاحب نے حضرت سے ملاقات کی، تو حضرتؒ نے فرمایا کہ طارق! میں تمہیں تلاش کرر ہا تھا، اور اس فکر میں تھا کہ تم کب آؤ گے؟ اس لیے کہ میں نے دو تین سال پہلے تمہیں ڈانٹا تھا، اب میری زندگی کا بھروسہ نہیں، میں تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں، تو سنو! مولانا کا جملہ ''حضرت! آپ ہمیں نہیں کہیں گے تو کون کہے گا؟ اس لیے کہ ہمیں بڑوں کی ضرورت ہے، اگر آپ ہماری تربیت نہیں کریں گے، تو ہمارا غرور اور تکبر ہمیں پامال کر دے گا'' تو حضرت نے فرمایا: ''طارق! تم میں صلاحیت ہے، طارق! تم میں صلاحیت ہے۔''

پچیس ہزار کے عوض چھ لاکھ روپے:

زہد کا حال یہ تھا کہ کبھی ایک پیسہ اپنے پاس نہیں رکھا۔ چھ سال پہلے ایک صاحب نے پچیس ہزار روپے حضرت کو دیے، اس کے چار مہینے کے بعد ان صاحب نے حضرت سے کہا کہ حضرت وہ زکوٰۃ کے تھے، تو حضرت نے کہا کہ مجھ کو پہلے کہنا چاہیے تھا، میں نے تو مہمانوں میں استعمال کر لیے، اب اس کے بعد پچیس ہزار نکالنا شروع کیے اور اتنے نکالے کہ خود میرے ہاتھ سے ڈھائی لاکھ تو دے چکے۔ میں جب بھی جاتا میرے پاس بعض

لوگوں کے ہدایا ہوتے اور میں پیش کرتا، تو کہتے کہ حنیف! گن لو پہلے کتنے ہیں؟ وہ پچیس ہزار زکوٰۃ کے میرے سر آ گئے تھے، جاؤ، مدرسہ میں دے دو، ڈھائی لاکھ کے قریب تو میں نے ہی دیے، لیکن وہ پچیس ہزار دیتے ہی رہے، دیتے ہی رہے میرے انداز کے مطابق چھ لاکھ سے زائد دے چکے ہوں گے۔ مگر اس کے باوجود فرماتے کہ مجھے اطمینان نہیں ہورہا ہے، یہ زکوٰۃ کی رقم یہاں کیسے آ گئی؟

بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں:

ایک صاحب مجھے ۲؍سال سے پانچ ہزار ڈالر شیخ کے لیے ہدیہ دیتے تھے، میں نے حضرت کو پہلی مرتبہ جا کر دیے تو کہا کہ میں کیا کروں گا اس کو؟ پھر کہا کہ اچھی بات ہے پاسپورٹ کے پرس میں رکھ دے، تاکہ مجھے سفر میں یاد رہے، اور ایک صاحب مجھ کو یہاں سے ۳؍سال سے ۵۰۰؍ڈالر ہدیہ دیتے تھے، وہ بھی رکھ دیے، جب حج میں اور عمرہ میں تشریف لے جاتے تو مکہ اور مدینہ میں حفظِ قرآن کی جو مجلسیں چلتی ہیں، ان مجلسوں کے سارے طلبہ اور مدرسین کو سب تقسیم کر دیتے تھے، اتنا ہی نہیں، بلکہ جب حضرتؒ مدینہ منورہ میں بیمار ہوئے، تو ابوبکر بن لادن جو مکہ اور مدینہ کا بڑا کونٹراکٹر (contractor) تھا، وہ عیادت کے لیے آیا، تو اپنے ساتھ سونا لایا، اور حضرت کو تھیلی میں پیش کیا، حضرت سوئے ہوئے تھے، جب بیدار ہوئے تو مولوی یونس سلمہ سے پوچھا کہ کیا ہے اس میں؟ فرمایا: حضرت! سونا ہے، فرمایا کہ میں کیا کروں گا اس کو؟ جاؤ! مارکیٹ میں بیچ دو! اور اس کے پیسے مسجد نبوی میں جو تحفیظ کی کلاسیں چلتی ہیں، ان میں تقسیم کر دو، اور اپنے پاس کچھ نہیں رکھا۔

غُزِّیْ غُیْرِیْ:

جب ہم گجرات سے واپس چلتے تھے، تو جو ہدایا آتے ۲ لاکھ، ڈھائی لاکھ، تو کہتے تھے کہ پہلے اس پر جو زکوٰۃ آتی ہے وہ نکالو! حالاں کہ زکوٰۃ ہے ہی نہیں، ابھی تو ہدیہ آیا ہے تو مجھ سے زکوٰۃ نکلواتے تھے، کہتے کہ یہ غریب بچوں کو دے دینا، اور بقیہ کتنے بچ گئے؟ میں نے کہا: حضرت! اتنے، تو کہتے: اچھا! اس میں سے رمضان کے خرچ کے لیے میرے دس ہزار نکال لے! اور باقی سارا آدھا آدھا تقسیم کر کے مظاہر کے دونوں مدرسوں میں دے دے۔

ما ہیچ نہ داریم غمِ ہیچ نہ داریم:

نو لاکھ کا حضرت نے مکان بنوایا، صرف مکان بنایا، وہاں گئے نہیں، مکان بن گیا نگرانی کرنے والے نے کہا، حضرت! مکان کی تعمیر ہو چکی ہے، تو حضرت نے ایک وقف نامہ لکھا اور فرمایا کہ میں مظاہر قدیم میں اس کو وقف کرتا ہوں اور پھر کہنے لگے کہ بھائی! تمہاری تو اولاد ہیں، جو تمہیں مرنے کے بعد بھیجیں گی، مجھے کون بھیجے گا؟ اس لیے میں اپنی حیات ہی میں اپنی اولاد بنا کر جا رہا ہوں، تاکہ مرنے کے بعد ثواب پہنچتا رہے، گویا "إِذَا مَاتَ الإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ" والی روایت کی طرف اشارہ فرمایا، تو بہر حال، حضرت کی زاہدانہ زندگی ایسی تھی کہ اپنے پاس کچھ نہیں رکھا۔

بھوک کا عالم یہ تھا کہ کبھی بھوکے رہے تو دو- دو دن، تین- تین دن تک بھوکے رہے کبھی کسی کے سامنے بیان نہیں کیا کہ میں بھوکا ہوں اور مجھے ضرورت ہے۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں:

ایک مرتبہ سفر میں مجھے کہنے لگے کہ حنیف! وہ حدیث تو نے نہیں پڑھی؟ "مَنْ نَفَّسَ

عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ" (رواہ مسلم)
(جو دنیا میں کسی مؤمن کی مصیبت کو دور کرے گا اللہ اس کی آخرت کی مصیبت کو دور کریں گے) اس حدیث پر مجھے فرمایا کہ جب دنیا کی کسی کی مصیبت زائل کرنے پر اللہ آخرت کی مصیبت ختم کرتا ہے، تو تم دنیا میں کسی کی دین کی مصیبت حل کرو گے، تو بدرجۂ اولیٰ اللہ آخرت کی مصیبت حل کرے گا، دین کی مصیبت کیا ہے؟ بچہ اگر غلط راستہ پر چلتا ہے، تو اس کی تربیت کرنا، کسی کا ایمان بنانے کے لیے محنت کرنا، کسی کے دل میں اللہ کا شوق پیدا کر دینا، کسی کے دل میں نبی کی عظمت پیدا کر دینا، کسی کو سمجھا بجھا کر اپنے قریب کر کے، اس کو دین کے راستہ پر ڈال دینا وغیرہ وغیرہ۔

جلال و جمال کا سنگم:

لوگ کہتے تھے کہ حضرت سخت ہیں، میں نے کہا، حضرت سے زیادہ شفیق کوئی نہیں دور سے ایسا لگتا تھا کہ حضرت سخت ہیں، لیکن جب قریب جاتے تھے، تو جو محبت آپ دیا کرتے تھے، جو پیار آپ دیا کرتے تھے، وہ بھول نہیں سکتے۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید۔۔۔:

اخلاقِ حسنہ اور سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سانچہ میں ایسے ڈھلے ہوئے تھے کہ کبھی ہم نے ایسا کیا کہ چپل یا جوتے یا موزے پہناتے وقت غلطی سے پہلے بائیں پیر میں ذرا بھی پہنا دیا، تو مارتے تھے، اور فرماتے تھے کہ سلیقہ نہیں آیا تمہیں؟ ابھی تک نبی کی بغاوت ہی میں زندگی گذارتے ہو؟ اگر نبی کے طریقہ پر نہیں چلو گے تو تمہیں نبی کا پیار کب ملے گا؟ بہت ڈانٹتے تھے، سنت نبوی کا بڑا اہتمام کروایا کرتے تھے، ساری زندگی سنت نبوی

کے خلاف کبھی نہیں سوئے، ہم نے دیکھا ہی نہیں کہ سنت نبوی کے خلاف کبھی سوئے ہوں۔

إنما أكل كما يأكل العبد:

مکہ شریف میں ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، کسی نے چاکلیٹ دیا، بڑے بڑے مالدار لوگ بیٹھے ہوئے تھے، حضرت سیدھے بیٹھ گئے اور سیدھے بیٹھ کر چاکلیٹ کھایا، اور مالدار لوگ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے آئس کریم(ice cream) کھا رہے تھے، حضرت پہلے سیدھے بیٹھ گئے، منہ میں چاکلیٹ رکھا اور پھر سب سے کہا: سیدھے بیٹھ کر کھاؤ! میرے آقا نے پوری زندگی ٹیک لگا کر کبھی نہیں کھایا، حضرت کو اس کی چنداں فکر نہیں تھی کہ مالدار ہے، یا دولتمند ہے، یا اس کا ہدیہ بند ہو جائے گا، یا مجھے کچھ دے گا نہیں، کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

میری سائیکل گھسیٹنے سے کچھ نہ ہوگا:

ایک مرتبہ سفر میں ہم ساتھ تھے، رات کی تکان تھی، تہجد میں نہیں اٹھ پائے، فجر کی نماز کے بعد پورا مجمع بیٹھا ہوا تھا اور دو چار خدام سامنے تھے اور حضرت نے ڈانٹنا شروع کیا کمینو! مردودو! تم نے تہجد نہیں پڑھی؟ کہنے لگے، صرف شیخی بگھارتے ہو؟ اللہ کے یہاں نام نہیں چلتا، کام چلتا ہے، بڑے بننے سے کچھ نہیں ہوگا، اس کا کام کرو، جس طرح دنیا میں تمہارے باپ کو کام پسند ہے، اسی طرح اللہ کو بھی کام پسند ہے اور بہت دن کے بعد پھر فرمایا کہ ڈاکٹروں کے پاس روزانہ صرف آنے جانے سے کیا ہوگا؟ شفا اس وقت تک حاصل نہیں ہوگی، جب تک ڈاکٹر سے مرض بیان کر کے دوا نہ لو، اسی طرح اللہ والوں کے پاس اور پیر کے پاس روزانہ ساتھ رہنے سے اور میری سائیکل گھسیٹنے سے کچھ نہیں ہوگا، جب تک کہ اپنی

اصلاح کی فکر نہ کرو۔

جب میں سہارنپور شیخ کو پہنچانے گیا تھا، تو کہنے لگے، حنیف! بہت ڈانٹ دیا، میں نے کہا: حضرت! آپ کی صلوات ہمارے لیے سوغات ہیں، ہماری تربیت کون کرے گا ہمیں کون بنائے گا، غرور و تکبر سے کون نکالے گا، ہمیں تواضع کی زندگی میں کون لے جائے گا؟

تربیتِ اولاد:

ایک مرتبہ مفتی احمد صاحب ملاقات کے لیے تشریف لائے، تو میں نے کہا، حضرت مفتی صاحب تشریف لائے ہیں اور خلوت میں ملنا چاہتے ہیں، فرمایا، ٹھیک ہے، بلالو! میں نے بلالیا، پھر کہنے لگے: احمد! سنو! تربیتِ اولاد پر نگاہ رکھو اور فرمایا: علماء کا حال یہ ہے کہ اپنی اولاد کی فکر نہیں رکھتے، الغرض انتہائی محبت اور پیار سے تربیت فرماتے تھے۔

فمن اتقی الشبہات:

بہر حال حضرت کی مصلحانہ زندگی، فقیرانہ زندگی، زاہدانہ زندگی، محدثانہ زندگی فقیہانہ زندگی یہ اتنے پہلو ہیں اور میں نے صرف ان پہلوؤں کے کچھ نمونے پیش کیے ہیں ورنہ حضرت کی زندگی عظیم الشان زندگی تھی، ایک پاکیزہ زندگی تھی، اس سے بڑھ کر میں آپ کو کیا بتاؤں کہ پوری زندگی، بلوغ سے لے کر وفات تک اجنبی عورت، اجنبی عورت تو درکنار ۱۰ر سال سے بڑی بچی کا منہ بھی نہیں دیکھا، چھ سال کی بچی بھی حضرت کے سامنے لے جاتے تھے تو کہتے تھے کہ ان کو ہٹاؤ میرے سامنے ایسی بچیاں نہ لایا کرو۔

أفعمیاوان أنتما؟

کچھ عورتیں بیعت ہونے آئیں، تو میں نے کہا، کچھ عورتیں بیعت ہونے آئی ہیں

تو کہا، دیوار کے پیچھے بٹھا دو، میں نے کہا: حضرت! وہ پردے میں ہیں، تو فرمایا کہ پردے میں، میں ان کو نہیں دیکھ رہا ہوں، وہ تو مجھے دیکھ رہی ہیں، فرمایا: میرے نزدیک دونوں طرف سے ممنوع ہے، اس کے بعد بیعت کے کلمات کہلوائے اور حضرت جب بھی تلقین فرماتے تو اس دعا کو کثرت سے پڑھنے کا حکم فرماتے: "رَبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ أَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ" فرمایا کہ یہ دعا بھی ہے، استغفار بھی ہے، رحم بھی ملے گا، توبہ بھی ملے گی، پھر فرماتے تھے کہ **استغفار کثرت سے کرو، درود شریف کثرت سے پڑھو اور قرآن شریف خوب پڑھو!!!...**

تلاوت کا اہتمام و تاکید:

ایک لطیفہ یاد آیا، ایک صاحب سے پوچھا: حافظ ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں! عالم ہوں، فرمایا: چل بھاگ! میں نے یہ پوچھا کہ تم عالم ہو؟ میں نے یہ پوچھا کہ حافظ ہو؟ پھر دوسرے سے پوچھا کہ حافظ ہو؟ کہا: جی ہاں! تو فرمایا: نوافل میں روزانہ ایک پارہ پڑھو! اور عوام سے کہتے تھے کہ اندر دیکھ کر ایک پارہ پڑھو! حضرت کا معمول یہ تھا اس رمضان کی عید تک (عید کے بعد کا میں نہیں کہہ سکتا) کہ روزانہ تین پارے پڑھتے تھے بہر حال حضرت کو قرآن کریم کی بڑی فکر رہتی تھی۔

ایک خواب مع تعبیر:

بخاری شریف کے کئی مسائل ایسے ہیں جو خواب میں براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے حل فرمائے، کئی خواب ہیں، اللہ کے نبی ﷺ کی تو کئی مرتبہ خواب میں زیارت فرمائی، ایک مرتبہ شروع کے زمانہ میں بخاری میں روایت آئی کہ اللہ کے نبی ﷺ کے پاس پیالہ ہے، ہاتھ

پیالہ میں رکھا ہوا ہے، پانی بڑھ رہا ہے۔ وہاں محدثین بحث کرتے ہیں کہ پانی بڑھ رہا تھا یا انگلیوں سے پانی نکل رہا تھا؟ عام علماء فرماتے ہیں کہ انگلیوں سے نکل رہا تھا، اس لیے کہ کمالِ معجزہ یہی ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ پانی بڑھ رہا تھا، شیخ نے درس میں ابن تیمیہ کی تردید فرمائی کہ پانی سے پانی کا بڑھنا کمال نہیں ہے، وہ تو کنویں میں بھی بڑھتا ہے، یہاں تو اصل معجزہ بتلانا ہے اور کمالِ معجزہ اس وقت ہوگا جب کہ انگلیوں سے پانی نکل رہا ہو، پھر فرمایا کہ رات کو خواب میں میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی، آپ ﷺ نے پیالہ میں ہاتھ رکھا ہے اور پانی بڑھ رہا ہے، حضرت شیخؒ حیات تھے، حضرت سے پوچھا، تو حضرت نے فرمایا کہ کل کیا سبق پڑھایا تھا یونس تم نے؟ پورا سبق بتلایا، جب اس روایت پر پہنچے، تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ اللہ کے نبی تجھے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ امر موہوم ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پانی بڑھ رہا ہو، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انگلیوں سے نکل رہا ہو، ایک پر تیقن کر کے دوسرے کی تردید کیوں کی؟ اس خواب سے تجھے یہی بتانا چاہتے ہیں۔

اور استحضار روایت کا حال تو یہ تھا کہ حضرت شیخ اپنی مجلس میں کہتے کہ یونس! یہ روایت کہاں ہے؟ حضرت کہہ دیتے کہ حضرت فلاں فلاں جگہ یہ روایت ہے، یہ طالب علمی کے زمانہ کا آپ کا حافظہ تھا، اسی لیے حضرت نے اعتماد کر کے آپ کو بخاری شریف دی۔

زیارتِ ربِ کائنات:

آپ کو اللہ کی زیارت بھی دو مرتبہ ہوئی، ایک مرتبہ آپ نے خود مولانا اسماعیل صاحب واڈی علیہ الرحمہ جو انگلینڈ میں انتقال کر گئے اور پیر غلام حبیب صاحب نقشبندیؒ کے اجل خلفا میں سے تھے، ان کے سامنے فرمایا کہ رب کریم کی زیارت اس عاجز کو ہوئی ہے۔

اتقوا فراسۃ المؤمن:

بھائیو! ایسی شخصیت دنیا سے چلی گئی، پچاس سال بخاری شریف پڑھائی، حضرت شیخ زکریاؒ نے اس وقت خط لکھا تھا کہ میری تدریس کے ۴۷ رسال ہوئے اور اس میں میری بخاری کے ۴۱ رسال ہوئے اور جب تم سینتالیسویں سال پر پہنچ جاؤ گے، تو- ان شاء اللہ- مجھ سے آگے ہوگے اور اللہ تمہارے علم میں برکت دے؛ یقیناً حضرت شیخ زکریاؒ نے ۴۱ر سال بخاری پڑھائی اور حضرت شیخ یونس صاحب نے ۵۰ رسال بخاری پڑھائی اور تدریس کے کل ۵۵ رسال کے قریب ہوئے، ۱۳۸۸ھ سے لے کر آج ۱۴۳۸ھ تک مسلسل بخاری کا درس دیتے رہے، ایسی مقدس ہستی دنیا سے روانہ ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے عجیب وغریب زندگی عطا فرمائی تھی، نکاح بھی نہیں کیا، بغیر نکاح کے زندگی گزار دی، فرماتے تھے کہ میں نے کتابوں سے شادی کر لی ہے۔

یہ میں نے حضرت شیخ کی زندگی کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے، ورنہ حضرت کی زندگی بہت بڑی ہے۔

شیخ محمد حریری کا خواب:

ابھی دوپہر میں مجھے فون پر ایک بات بتائی گئی کہ شیخ کے ایک شاگرد ہیں، شیخ محمد حریری، جدہ میں رہتے ہیں، حضرت کے تقریباً بائیس، تیئیس سال سے شاگرد ہیں، حضرت کے پاس پڑھ رہے تھے اور انہوں نے کئی کتب ورسائل لکھے ہیں، بڑے بڑے مشائخ سے انہوں نے سند حاصل کی ہے، لیکن وہ کہتے ہیں کہ میری نظر میں شیخ یونس سے بڑھ کر کوئی محدث نہیں ہوسکتا، عرب کا آدمی ہے اور وہ اس طرح کا اعتراف کر رہا ہے، حالانکہ انہوں

نے کئی بڑے عرب محدثین سے بھی استفادہ کیا ہے، جب حضرت کے انتقال کی خبر ان کو پہنچائی گئی اور وہ فوٹو ان کو بھیجا گیا، جس میں آپ سلائے گئے ہیں، چادر اوڑھائی گئی ہے، مگر چہرہ کھلا ہوا ہے، تو شیخ محمد حریری نے وہاں سے لکھ کر بھیجا کہ آج سے تین سال پہلے میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا، آپ ﷺ اسی طرح سلائے گئے تھے، جسم اطہر پر چادر تھی اور چہرہ بھی ڈھکا ہوا تھا، چنانچہ جب چہرۂ انور کھولا گیا، تو میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ یونس جونپوریؒ کا چہرہ آپ ﷺ کے چہرہ کے سب سے زیادہ مشابہ تھا، معلوم ہوتا ہے کہ آقا ﷺ نے اس وقت جس چہرہ کو اختیار کیا تھا وہ شیخ کا چہرہ تھا، اور اس کے بعد فرمایا کہ میں نے یہ خواب شیخ سے بھی کہا تھا، اور شیخ رو پڑے تھے اور فرمایا کہ یہ جو فوٹو تم نے ابھی بھیجا ہے، اس میں جو سونے کی ہیئت ہے، بعینہٖ یہی ہیئت حضور ﷺ کے سونے کی تھی اور فرمایا کہ "حتی خضرة المکان هي هي" یعنی مکان کی ہریالی بھی ایسی ہی تھی جیسی تصویر میں ہے۔[1]

وأخر دعوانا أن الحمد للہ رب العٰلمین.

---

[1] اس بشارت سے امید ہے کہ قبر میں شیخ کا جسم ہمیشہ سلامت رہے گا۔ یہ بات حضرت اقدس قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس انسان کی صورت پر خواب میں دیکھا جائے وہ قبر میں سلامت رہتا ہے۔ (تذکرۃ الرشید ا-غالباً) ط-س-

کلمات العزاء والدعاء

من الشیخ عامر بن محمد فداء بهجت

(مختصر تعارف: ولادت ۱۴۰۰ھ ۔آپ الثقافۃ الاسلامیہ، جامعہ ملک عبدالعزیز، جدہ میں استاذ ہیں، جامعہ طیبہ، معہدِ مسجد نبوی اور دیگر مساجدِ مدینہ منورہ کے استاذِ فقہ واصولِ فقہ ہیں، فقہ واصولِ فقہ میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں، کبارِ محدثین سے اجازت یافتہ ہیں، نیز ازبس متواضع، ملنسار اور خوش اخلاق ہیں، اللہ آپ کو بعافیت عمر دراز نصیب فرما کر آپ کے فیض کو عام وتام فرمائے)

فقهاء للتدريب والاستشارات

(عزاء ودعاء في وفاة العلامة/ محمد يونس الجونفوري رحمه الله)

فضيلة الشيخ السيد/ محمد شاهد الحسني السهارنفوري -حفظه الله-

أصحاب الفضيلة المدرسون في مدرسة مظاهر العلوم – سهارنفور -حفظهم الله-

طلاب العلم في مدرسة مظاهر العلوم – سهارنفور وغيرها -وفقهم الله-

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، أما بعد:

فقد بلغنا خبر وفاة الشيخ العالم المحدّث الناسك الزاهد بقية السلف شيخنا/ **محمد يونس الجونفوري** –رحمه الله- فإنا لله وإنا إليه راجعون، وأحسن الله عزاءكم وجبر مصيبتكم وغفر للفقيد وتغمده برحمته ورضوانه وأسكنه الفردوس الأعلى من الجنة، وعوَّض المسلمين خيرًا.

اللَّهُمَّ اجزه عن طلاب العلم خير الجزاء، اللَّهُمَّ عوّض المسلمين عامة وطلاب العلم في مظاهر العلوم خاصة، اللَّهُمَّ اغفر له وارحمه، وأكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد، آمين.والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

أخوكم/ عامر بهجت (المدرس بالمسجد النبوي ورئيس مكتب فقهاء للتعليم الفقهي)

المدينة المنورة - بتاريخ ١٧/١٠/١٤٣٨هـ

مكلب فقهاء للتدريب والاستشارات
مكتب خبرة تابع لمعهد البحوث والاستشارات
بجامعة طيبة
المدينة المنورة 055 083 1517 | تويتر @foqhaatu
foqhaatu@gmail.com

حبرِ الامۃ، شیخِ وقت

حضرت مولانا سید شاہد صاحب ادام اللہ ظلال برکاتھم بالعافیۃ

(خلیفہ، محرر و عزیز نواسے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ)

(استاذ و جنرل سیکریٹری، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)

مؤرخہ ۱۸ شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۲ جولائی ۲۰۱۷ء شبِ پنج شنبہ بعد نمازِ عشاء

درجلسۂ تعزیت، مسجدِ مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور۔

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر:

قابلِ احترام بھائیو! کل جو حادثہ وسانحہ مظاہر علوم میں پیش آیا، وہ اگر گہری اور وسیع نظر سے دیکھا جائے، تو وہ تن تنہا مظاہر علوم کا حادثہ اور سانحہ نہیں ہے، بلکہ پوری امت اور پوری ملت کا سانحہ ہے، خاص طور سے وہ حضرات علماءِ کرام اور مشائخِ عظام جن کا تعلق علمی دنیا سے ہے اور اخصِ خصوص وہ حضرات اور وہ مشائخِ حدیث، جن کا تعلق پوری دنیا میں کسی بھی جامعہ میں حدیث شریف پڑھانے سے ہو، ان سب کے لیے یہ بڑا حادثہ ہے، اس لیے کہ کل جو شخصیت اللہ کی طرف گئی، اور دنیا سے پردہ کر گئی اور مصائبِ دنیا اور امراضِ دنیا سے نجات پا گئی، وہ حبر الامۃ تھے اور اپنے وقت کے جید اور ممتاز استاذ تھے اور پورے عالمِ اسلام میں اس وقت وہ حدیث کے قابلِ اعتماد اور انتہائی قابلِ فخر استاذ تھے۔

وہ ایک طرف اگر استاذِ حدیث تھے، ماہرِ حدیث تھے، اور اللہ تعالیٰ نے معارفِ حدیث ان کے قلب پر بہا رکھے تھے، تو دوسری جانب وہ شیخِ وقت بھی تھے، دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرما رکھی تھیں، تو ہم سب آج ان کی تعزیت کے لیے یہاں جمع ہوئے

ہیں اور یہ رسمی تعزیت نہیں، جو دنیا والوں کی طرف سے اس دنیا میں کی جاتی ہے، بلکہ اس جلسۂ تعزیت کا ایک اہم مقصد ہے **اور وہ یہ کہ ہم مولانا مرحوم کی ذات پر خوب غور وفکر کریں اور ان کی صفات کو اپنانے کی کوشش کریں، ان کو جو تعلق مع الحدیث تھا اور تعلق مع الحدیث کی وجہ سے تعلق مع اللہ تھا اور تعلق مع اللہ کی وجہ سے جو محبتِ نبوی ان کو حاصل تھی ہم اس کو بھی حتی الامکان اپنے اندر لانے کی کوشش کریں، یہی اس جلسۂ تعزیت کا پیغام ہے،** ورنہ دنیا میں لاکھوں لوگ مرتے ہیں اور ہزاروں جلسۂ تعزیت ہوتے ہیں، لیکن یہ جلسۂ تعزیت ان تمام کے مقابلہ میں ایک نمایاں اور انفرادی حیثیت رکھتا ہے، ہم اس تعزیتی جلسہ کو اپنے لیے آئیڈیل بنائیں، اپنے لیے نمونہ بنائیں، اور ہم یہ دیکھیں اور سوچیں کہ مولانا مرحوم کن قربانیوں اور کن مجاہدات کے ساتھ اس منزل پر پہنچے تھے، کہ آج سارا عالمِ اسلام اور سارا دنیائے حدیث ان کے رنج وغم میں مبتلا ہے، اور دل کی گہرائی سے سمجھتا ہے کہ آج ہم ایسی شخصیت سے محروم ہوئے، جن کو اللہ نے روایۃً بھی اور درایۃً بھی علم حدیث میں مہارت کی دولت عطا فرمائی تھی- اللہ تعالیٰ شانہ ان کو وہاں کی بہاریں نصیب فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے- یہی وہ حضرت مولانا یونس صاحبؒ ہیں، جن کے بارے میں شاعر نے حقیقت کی ترجمانی کی، اور اپنے اشعار میں کہا ؂

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر	انہیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی

ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم :

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو صفاتِ محمودہ اور عاداتِ حسنہ حضرت مولانا کو عطا فرمائی تھیں، ان پر انسانیت اور عالمِ اسلام کو اعتماد حاصل ہے، تاریخ میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں، جن کے علم کو اللہ تعالیٰ اتنی وسعت بھی دے دے اور اتنی شہرت بھی

دے دے، مزید برآں ان کے علم کو سنبھالنے والے اور ان کے علوم سے استفادہ کرنے والے پوری دنیا میں پہنچ جائیں، تاریخ میں ایسا خال خال نظر آتا ہے، یہ نہیں کہ ادھر سے ادھر تک چلے جاؤ اور تاریخ ایسے رجال سے بھری پڑی ہوگی، نہیں، نہیں! ایسے رجال بہت کم تعداد میں ملیں گے، جن کے علوم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پھیلایا ہو اور ان کے علوم سے دنیائے انسانیت نے فائدہ اٹھایا ہو، ایسے ہی لوگوں میں حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ بھی ہیں، جن کے نام کے ساتھ ہم کل تک ''مدظلہ العالی''، ''زید مجدہ''، ''دامت عنایتہٗ'' وغیرہ لکھتے تھے اور جن کی زندگی کے طویل اور وسیع ہونے پر ہم رات دن دعائیں کیا کرتے تھے اب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا، تو اب ہمیں ان کی مغفرت، ان کے درجات کی بلندی اور ان کی حسنات کی قبولیت کے لیے دعا کرنی ہے۔

مختصر احوالِ زندگی:

حضرت مولانا محمد یونس صاحب کے والد ماجد کا نام شبیر احمد تھا اور جونپور آپ کا وطن تھا، جونپور ہی میں رجب ۱۳۵۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۷ء میں آپ کی ولادت ہوئی اور آپ کے والد ماجد بہت سیدھے سادے تھے، انہیں سے حضرت مولانا نے قرآنِ پاک بھی پڑھا، والدِ ماجد قرآن پاک میں مولانا کے استاذ ہیں، اس کے بعد جب تھوڑے سے اور بڑے ہوئے تو ان کے قصبہ مانی کلاں میں ایک پرانا مدرسہ چلا آرہا تھا، مدرسہ ضیاء العلوم، اس میں داخل ہوئے، داخلہ کے وقت مولانا مرحوم کی عمر ۱۳؍سال تھی، ابتدائی عربی و فارسی کتابوں سے شرحِ جامی تک وہیں پڑھا، شرحِ جامی میں مولانا کے جو استاذ تھے، ان کا نامِ نامی حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

مختصر تذکرہ حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوریؒ:

یہ حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری ان کا بھی کوئی جواب نہیں۔ نہ علمی دنیا میں، نہ روحانی دنیا میں، ان کا اپنے زمانہ میں کوئی ثانی نہیں تھا، آپ مظاہر علوم کے پڑھے ہوئے تھے، دورۂ حدیث شریف یہیں پڑھا اور دورۂ حدیث شریف پڑھنے کے زمانہ میں مخدومنا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت قریب رہے، بلکہ محبین میں رہے، حضرت شیخ کو حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری رحمہ اللہ سے بڑا تعلق تھا اور عجیب بات یہ ہے کہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی جس کتاب سے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ متأثر ہوئے، اس کا نام تھا ''الاعتدال''، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کا اسی زمانہ کا ایک خط میرے پاس محفوظ چلا آرہا ہے، انہوں نے حضرت شیخ کو لکھا کہ آپ کی کتاب ''الاعتدال'' سے میں بہت متأثر ہوں، حالاں کہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب اہلِ علم میں سے تھے اور حدیثِ پاک پر ہمارے حضرت شیخ کی بہت ساری کتابیں تھیں، اور کتابوں سے بھی متأثر ہوسکتے تھے، لیکن صاف صاف حضرت کو لکھا کہ میں ''الاعتدال'' سے بڑا متأثر ہوں پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت شیخ سے تعلق بڑھتا چلا گیا، بڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے وہ اجلِ خلفا میں سے بنے پھر ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت شیخ کا سلسلہ بہت دور دور تک پہنچایا، حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ سے بھی حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب کو بڑا قرب اور بڑا تعلقِ خاطر تھا، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو اجازت اور خلافت عطا فرمائی اور پھر ان کے خلفاء در خلفاء مریدین در مریدین، مستفیدین در مستفیدین پوری دنیا میں پھیلتے چلے گئے اور اتنا ہی نہیں

ابتدا میں حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب ہمارے حضرت شیخؒ کے مرید تھے، لیکن جیسا جیسا وقت گزرتا گیا، مرید ہونے کے ساتھ ساتھ، وہ ہمارے حضرت شیخؒ کی مراد بھی بنتے چلے گئے، تو مرید بھی بنے اور مراد بھی بنے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اور موقع عطا فرمایا یہاں تک کہ وہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کی مجلس شوریٰ میں بھی نامزد ہوئے، دونوں جگہ کی شوریٰ میں بڑے اہتمام کے ساتھ تشریف لایا کرتے تھے۔

اسی طریقہ سے دعوت و تبلیغ میں بڑا نمایاں کردار ادا کیا، اور ماشاء اللہ پورے علاقہ کے ذمہ دار اور نگران بن کر رہے، یہ ہیں مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری، جن سے ہمارے مولانا یونس صاحبؒ نے شرح جامی پڑھی۔

اس کے بعد ضیاء العلوم مانی کلاں کی تعلیم تو پوری ہوگئی، اس کے بعد حضرت مولانا شوال ۱۳۷۸ھ میں مظاہر علوم میں تشریف لائے اور یہاں آکر اس سے اونچی کتابوں میں داخلہ لیا، پڑھتے رہے، پڑھتے رہے، استعداد کی مضبوطی، علم کی لگن اور علمی ذوق ایسا گھٹی میں پڑا ہوا تھا کہ یہاں آکر سو فیصد حصولِ علم میں مشغول ہو گئے اور علمی انہماک سے بڑھ کر نہ ادھر دیکھا، نہ ادھر دیکھا، نہ آگے دیکھا، نہ پیچھے دیکھا۔

لا یستطاع العلم براحۃ الجسم:

اور اس دور کے علماء کی طرح نہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے ماشاء اللہ، مالی اعتبار سے بڑی وسعت دے رکھی ہے، بلکہ آپ کی طالب علمی کا دور فقر و فاقہ میں گزرا، صبح میں کھالیا، تو شام میں نہیں، شام میں کھالیا، تو صبح میں نہیں، صبح کی چائے بھی غائب، شام کی چائے بھی غائب، اس لیے کہ نہ اتنی وسعت خود میں ہوتی تھی، نہ گھر والوں کی طرف سے اتنا جیب خرچ

ملتا تھا اور نہ ہی مظاہر علوم اتنا جیب خرچ دیتا تھا، تو تنگی اور ترشی کے اندر بلکہ قریب قریب فقر و فاقہ کے اندر مولانا نے یہاں تعلیم حاصل کی اور یہ حقیقت تو ہم بھی جانتے ہیں اور آپ سب حضرات بھی جانتے ہیں کہ علوم نبویہ، علوم دینیہ اور علوم آسمانیہ یہ صرف فقر و فاقہ سے آتے ہیں، دنیا کے تنعم سے اور دنیا کے عیش و عشرت سے نہیں آتے، دنیا کے مزے بھی ہوں اور علمِ دین بھی آجائے، یہ ناممکنات میں سے ہے، علمِ دین جبھی آئے گا جب پیٹ خالی ہوگا۔

میرے بچو! میرے دوستو! میرے عزیزو! یہ بھی طے ہے کہ جو آدمی اللہ تعالیٰ کے لیے جتنا فاقہ، جتنی جد و جہد اور جتنا اپنے آپ کو لذائذِ دنیویہ سے دور رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی قربانیوں کو اتنا ہی قبول فرما کر اپنی نعمتوں کے دروازوں کو اس پر مفتوح فرما دیتا ہے بشرطیکہ شروع دور میں مجاہدہ کر لے، پھر آخر دور میں اللہ تعالیٰ دروازے کھولتے ہیں اور اتنے کھولتے ہیں کہ اگر ہم وہ گننے بھی جائیں تو نہیں گن سکتے، اس لیے ہمارے شیخ (مولانا زکریا صاحبؒ) کا بڑا اہم ملفوظ ہے: ''جو ہمارے بڑوں کی ابتدا دیکھے، وہ تو کامیاب ہے، اور جو ہمارے بڑوں کی انتہا دیکھے، وہ ناکام ہے''، ابتدا دیکھنے والا کامیاب، انتہا دیکھنے والا ناکام اور کیا مطلب ابتدا اور انتہا کا؟؟ یعنی ابتدائی دور جو ان کا گزرتا ہے، وہ بڑی مشقتوں مصیبتوں، تکلیفوں اور اذیتوں کا گزرتا ہے، ذہنی اذیتیں الگ، جسمانی الگ، فکری الگ دماغی الگ، سارے افکار سر سے پیر تک ان پر مسلط رہتے ہیں، وہ صبر کرتے رہتے ہیں دعائیں کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی ابتدا کی قربانیوں کو قبول فرما کر انتہا میں ان پر خیر و برکت کے دروازے کھول دیا کرتے ہیں، چنانچہ ہم نے مولانا یونس صاحبؒ کی ابتدا کو بھی دیکھا اور انتہا کو بھی، ابتدا تو میں نے بیان کر دی، اور انتہا یہ تھی کہ ماشاء اللہ یہاں علماء و فضلاء، غرباء و فقراء، امراء و اثریاء کی لائن لگی رہتی تھی، لوگ گاڑیاں لے لے کر

آتے تھے اور ہر سال ماشاء اللہ دنیا کا چکر لگا کر آیا کرتے تھے، جیب میں ایک پیسہ نہیں اور سفر کہاں کا؟ امریکہ کا، جیب میں ایک کوڑی نہیں اور سفر کہاں کا؟ حرمین شریفین کا، جیب میں ایک دھیلا نہیں اور سفر کہاں کا؟ انگلینڈ کا، الغرض پیسہ ایک بھی پاس نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ ابتدا کی قربانیاں قبول فرمائیں، اس کے ثمرات، اثرات اور برکات انتہا میں جا کر دیکھیں۔

تعلیم و تدریس:

بھائیو! میں عرض کر رہا تھا کہ مظاہر میں حضرت تشریف لائے، اور یہاں آنے کے بعد اپنا تعلیمی سلسلہ شروع فرمایا اور پڑھنے پڑھانے کا سال شروع ہوا، یہاں تک کہ ۱۳۸۸ھ میں ہمارے حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ آنکھوں کے اعتبار سے کچھ کمزور ہو گئے تھے، نزولِ آب کی شکایت تھی، تو حضرت نے اُس سال بخاری شریف پڑھانا موقوف رکھا اور حضرت مولانا یونس صاحب رحمہ اللہ نے اس زمانہ میں سب سے پہلے بخاری شریف پڑھائی۔ دو سال تک جب حضرت شیخ نے تجربہ کر لیا کہ یونس بہت اچھی بخاری پڑھا رہا ہے تو پھر باضابطہ شوال ۱۳۹۰ھ میں آپ کو مظاہر علوم کا شیخ الحدیث منتخب کیا گیا، اور تا دمِ آخر آپ اس منصب پر فائز رہے۔

حضرت مولانا یونس صاحبؒ پر جیسے جیسے بار طاری ہوتا رہا، ویسے ویسے ان پر حال بھی طاری ہوتا رہا، یہاں تک کہ پھر اخیری عمر میں ان کی یہ خواہش ہو گئی تھی کہ میں کسی طریقہ سے مدینہ منورہ چلا جاؤں، وہیں میرا قیام ہو اور وہیں میری وفات ہو، لیکن ظاہری بات ہے کہ یہ تو تقدیری فیصلے ہوا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے کہ کس کو کہاں رکھنا ہے اور کس کو کہاں لے جانا ہے، کس کو کہاں کی مٹی دینی ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کا غیبی نظام ہے اسی کے فیصلے ہوتے ہیں، تمنائیں آدمی کرتا ہے، اور بیشک اسے کرنی چاہیے، اور ہر جگہ نیک تمنا کرنی چاہیے۔

مشیخت حدیث کی مسند پر:

بہر حال ۱۳۹۰ھ میں مظاہر علوم کے شیخ الحدیث منتخب ہوئے اور اس کے بعد سے آخر تک بخاری شریف کا سبق امتیازی طور پر آپ کے پاس رہا۔ اب سے ۲؍سال پہلے جب حرمین شریفین گئے، تو اُس وقت اس سفر میں ہم بھی ساتھ تھے، اتنے علیل ہوئے اتنے علیل ہوئے کہ زندگی سے مایوسی ہوگئی، ہسپتال میں داخل ہوئے، گردہ کا مسئلہ تھا، تکلیف تھی ایک ہسپتال میں گئے، پھر وہاں فائدہ نہیں ہوا تو دوسرے میں گئے، وہاں اللہ تعالیٰ نے شفاء دی ڈایالسس ہوتی رہی، پھر اللہ نے ان کو صحت اور سلامتی کے ساتھ مظاہر علوم میں بھیج دیا اور تشریف لانے کے بعد سب سے پہلا جو اعلان کیا وہ یہ تھا کہ میں اب بخاری شریف نہیں پڑھاؤں گا، میرے بس کا نہیں رہا، میں آپ کی خدمت میں گیا، پھر مولانا سلمان صاحب بھی گئے، اور ہم نے کہا کہ حضرت جس طریقہ سے بھی ہو بخاری شریف کا سبق آپ مت چھوڑیے، حضرت نے فرمایا: بچے! اب تو میں بیمار ہوگیا، معذور ہوگیا، تو میں نے بہت بے تکلفانہ لہجہ میں کہا: ’’حضرت آپ بخاری شریف شروع کرادیجیے گا، اسی کی برکت سے آپ صحت مند ہو جائیں گے‘‘، حضرت نے کہا کہ مجھ میں دارالحدیث جانے کی ہمت نہیں، ہم نے کہا: حضرت! آپ بالکل دارالحدیث نہ جائیں، آپ یہیں بیٹھیں، مائک کا انتظام بھی یہیں ہو جائے گا اور دور دور تک، جتنے کمرے، برآمدے اور بڑے بڑے ہال ہیں، ان سب میں فرش لگ جائے گا، تپائیاں لگ جائیں گی، طلبہ وہیں بیٹھ کر پڑھ لیا کریں گے، آپ اپنی مسند پر بیٹھ کر سبق پڑھا دیا کریں، خیر، پھر اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی، اور دارالحدیث آنا جانا شروع کر دیا اور یہیں حدیث کے اسباق پڑھاتے رہے، لیکن وقتاً فوقتاً ایسے جملے

بولتے رہتے تھے، جن سے معلوم ہوتا تھا کہ اب پیمانۂ حیات لبریز ہو چکا ہے، اب کسی بھی وقت چراغ بجھ جائے گا۔

ایک مرگِ نا گہانی اور ہے:

مجھے یاد ہے کہ جب میں نے حضرت شیخ رحمہ اللہ کے علومِ حدیث پر "الأوجعندی" کے نام سے کتاب مرتب کی، تو میں اس کو لے کر حضرت مولانا کی خدمت میں گیا کتاب پیش کی اور اس کا موضوع میں نے بتلایا، تو بڑی محبت کے ساتھ کتاب ہاتھ میں لی اس کو دیکھا اور دیکھنے کے بعد بہت لے کے ساتھ غالب کا ایک شعر پڑھا ؎

ہو چکیں غالبؔ بلائیں سب تمام	ایک مرگِ نا گہانی اور ہے

یہ شعر حضرت مولانا نے پڑھا اور یہ بھی فرمایا کہ میں جب مدینہ میں بیمار ہوا، تو میں نے اللہ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! مجھے ۲ر سال کی عمر اور دے دے، چنانچہ وہی ہوا، ۲ر سال پورے ہوئے اور وہ اللہ کے یہاں سدھار گئے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

بیعت واجازت:

حضرت مولانا یونس صاحبؒ ہمارے شیخ حضرت مولانا زکریا صاحبؒ کی روحانی تربیت میں بھی رہے اور علمی تربیت میں بھی رہے، چناں چہ حضرت شیخ سے وہ باضابطہ اور باقاعدہ بیعت ہوئے اور حضرت کی طرف سے سلوک، ارشاد، ذکر وفکر اور پڑھنا، پڑھانا یہ ساری چیزیں بڑی ترتیب کے ساتھ کیا کرتے تھے، حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ سے بھی حضرت کا نیازمندانہ اور محبانہ تعلق تھا، چناں چہ دونوں حضرات کی طرف سے حضرت

کو اجازتِ بیعت اور خلافت حاصل تھی، پہلے حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحبؒ سے خلافت ملی، اور اس کے بعد ہمارے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اجازت دی، دونوں بزرگوں کی طرف سے ایک ہی سال (۱۳۹۶ھ) میں آپ کو اجازت و خلافت ملی اور الحمد للہ سلسلۂ حدیث کی طرح سلسلۂ رشد و ہدایت بھی خوب چلا اور بہت سے خلفاء و مجازین آپ کے دعوتی اور روحانی کام کو لے کر آگے چل رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور وہ اپنے استاذ اور اپنے پیر و مرشد کے نقشِ قدم پر چلتے رہیں اور اس میدان میں ترقی کرتے رہیں۔ (آمین)

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

میرے محبوب شیخ

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لمباڈا حفظہم اللہ و عافاھم

(استاذ الحدیث دارالعلوم بری، یوکے)

مؤرخہ ۱۸ شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۲ جولائی ۲۰۱۷ء شبِ پنج شنبہ بعد نمازِ عشاء

بیان درجلسۂ تعزیت، مسجدِ مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم. أما بعد!

ویسے ہم تو یہاں آئے ہیں تعزیت کا ثواب لینے کے لیے، حدیث شریف میں ہے "مَنْ عَزّیٰ مُصَابًا فَلَهُ أَجْرُ مِثْلِهِ" (رواه الترمذی و ابن ماجه و البیهقی، و قال الترمذی هذا حدیث غریب) (جس نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت اور غم خواری کی تو اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا، جتنا مصیبت زدہ کو اپنی مصیبت پر صبر کا اجر ملے گا)

کوئی اس زخم کا مرہم نہیں ہے:

حضرت کی شفقتیں یاد آتی ہیں، حضرت ہمارے یہاں لندن کئی سال سے تشریف لاتے تھے، حضرت کے ساتھ سال میں دو دفعہ رہنا نصیب ہوتا تھا، جب حضرت ختم بخاری کے لیے تشریف لاتے، اور پھر حج کے سفر میں۔ ختم بخاری کے لیے حضرت کا ۷-۵ دن قیام ہوتا۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ لوگ مصافحہ کے لیے ترستے ہیں اور ہم کو یہ شرف تھا کہ ہم حضرت کے منہ میں لقمہ اور نوالہ دیتے تھے، اتنی شفقت تھی حضرت کی، اور مجھے یاد نہیں کہ حضرت نے کبھی مجھے ڈانٹا ہو، ہم حضرت کا مزاج سمجھ کر حضرت کی خدمت کرتے اور

حضرت اتنی محبت کرتے، اتنی محبت کرتے کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔

جملہ مکاتبِ فقہ کی رعایت:

حضرت ہمیں نصیحت فرماتے تھے، حدیث کے مطالعہ کی ترغیب دیتے، کتابیں خریدنے کو کہتے اور اچھے اچھے قصے سناتے تھے، مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ حضرت کو کوئی سلفی کا لقب دیتا ہے تو کوئی غیر مقلد کا، دراصل لوگوں نے حضرت کو پہچانا ہی نہیں، چوں کہ حضرت کا علمی مقام ایسا تھا کہ اس میں بعض دفعہ تفردات ہو جاتے تھے، ورنہ حضرت تو بہت پابند تھے، بہت پابند تھے، بہت پابند تھے، انتہائی درجہ کے متقی اور پرہیزگار انسان تھے اور سب مذاہب کی رعایت کرتے تھے، وضو بھی سارے مذاہب کی رعایت کے ساتھ کرتے تھے، نماز بھی سارے مذاہب کی رعایت کر کے پڑھتے تھے۔

احتیاط کا عالم:

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ہم حرم شریف میں بیٹھے ہوئے تھے، عصر کے بعد کا وقت تھا، رمضان کا مبارک مہینہ تھا، حضرت قرآن شریف پڑھ رہے تھے، میں بھی ساتھ میں قرآن شریف پڑھ رہا تھا، اوپر سے کوئی چڑیا گزری، جس کی بیٹ آستین پر گری، حضرت نے دیکھا تو فرمایا کہ حنفیہ کے یہاں تو یہ معاف ہے، مگر دیگر ائمہ کے یہاں معاف نہیں ہے اس کو پاک کرنا ضروری ہے، میں پیچھے جا کر پاک کر کے آتا ہوں، یہ بہت پرانی بات ہے جب حضرت خود چلتے تھے، چناں چہ حضرت خود اٹھ کر جانے لگے، تو میں نے کہا: حضرت! میں بھی چلتا ہوں، کہا: نہیں! تم بیٹھو! میں نے کہا: نہیں، میں آتا ہوں، جب گئے تو پانی نہیں تھا رمضان کا مہینہ اور عصر کے بعد کا وقت تھا، ابھی تو مغرب کو دیر تھی، میں کہیں سے پانی لایا اور

پانی ڈالا، حضرت نے برابر پاک کیا، اس کے بعد آ کر بیٹھے، پھر قرآن شریف پڑھنے لگے الغرض حضرت حتی الوسع سب مذاہب کی رعایت کرتے تھے، بڑھاپے میں انسان مجبور ہو جاتا ہے، تو بعض دفعہ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں، تو بعض لوگ اس کو لے کر اعتراض کرتے ہیں اور عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں، جیسے بعض مرتبہ حضرت جمع بین الصلوتین کرتے تھے، یا کبھی کسی کوٹو کتے اور ڈانٹتے تھے، بہر حال میں اس رخ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت بہت متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔

اب وہ نہیں ملیں گے:

نیز حضرت بہت بڑے صاحب کشف بزرگ تھے، ارے کشوف تو ہم نے بہت دیکھے، بہت ڈر لگتا تھا، حضرت کے پاس بیٹھتے تھے تو یا رب صل وسلم پڑھا کرتے تھے اور بہت احتیاط سے مزاج سمجھ کر کام کرنا پڑتا تھا۔

ایک بات سناتا ہوں، حضرت مفتی فاروق صاحب میرٹھیؒ کا جب سانحہ ہوا، اس وقت ہم وہیں تھے، تو مولانا یونس رندیرا صاحب دامت برکاتہم العالیۃ نے حضرت سے کہا کہ حضرت! مفتی فاروق صاحبؒ لاپتہ ہو چکے ہیں، دعا فرمادیجیے: کچھ ان کا سراغ لگ جائے حضرت کچھ نہیں بولے، دوسرے دن پھر حضرت سے کہا کہ حضرت! متعلقین بہت پریشان ہیں، دعا فرمادیجئے! حضرت خاموش رہے، پھر تیسرے دن کسی اور نے عرض کیا، تو فرمایا کہ بھائی! بس اب وہ گئے، اب وہ نہیں ملیں گے، تو ہم سب چونک گئے، کچھ بولے نہیں۔ بعد میں یہ ہوا کہ مفتی فاروق صاحبؒ کے ساتھ ایک اور مفتی صاحب غائب ہوئے تھے، وہ سلامتی کے ساتھ آ گئے تو ہمت بڑھ گئی کہ مفتی صاحب بھی آئیں گے، لیکن پھر ایک مدت

کے بعد پتہ چلا کہ حضرت مفتی صاحب کا تو اسی حادثہ میں انتقال ہو چکا تھا اور ۱۳؍ ذی الحجہ کو دفن بھی ہو چکے تھے، جس وقت شیخ کہہ رہے تھے کہ اب وہ گئے، اب نہیں ملیں گے، اس وقت وہ دفن ہو چکے تھے، یعنی یہ کہ اللہ پاک ان کے قلب پر بعض چیزیں کھول دیتے تھے اور یہ کشف حدیث سے ثابت ہے، اس وقت ہم دلائل میں نہیں جانا چاہتے، تو حضرت بہت بڑے صاحب کشف بزرگ تھے۔

مبشّرات: انہیں سے پوچھ لو!:

حضرت بعض مرتبہ اپنے خواب وغیرہ بھی سناتے تھے، میں نے ایک مرتبہ کچھ چیزیں نوٹ کر کے اپنے فیس بک اور واٹس اپ پر بھیجی بھی تھیں، لیکن وہ انگریزی میں تھیں مجھے یاد پڑتا ہے کہ حضرت ایک مرتبہ سنانے لگے کہ مجھے پہلے رسول پاک ﷺ کی خواب میں بہت زیارت ہوتی تھی، ایک سال میں کئی بار ہو جاتی تھی، ایک دفعہ میری زبان سے کوئی جملہ نکل گیا تو وہ زیارت بند ہوگئی، پھر کافی عرصہ کے بعد میں نے نبیٔ پاک ﷺ کو خواب میں دیکھا اور اس کی کیفیت یہ تھی کہ میں حدیث شریف پڑھا رہا ہوں، اور میں نے طلبہ کو حدیث کی کوئی بات سمجھائی، مگر ان کی سمجھ میں نہیں آئی، میں نے پوچھا: سمجھ میں آئی؟ کہا: نہیں آئی تو میں نے طلبہ کو پیچھے کی جانب دکھایا تو غارِ حرا پر حضرت نبیٔ کریم ﷺ کھڑے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کی شکل میں ہیں، میں نے کہا: میری بات سمجھ میں نہیں آ رہی تو انہیں سے پوچھ لو! حضرت شیخ نے فرمایا: اس سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ مجھ پر اللہ نے فہمِ حدیث کو کھولا ہے، کسی کو سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

ایک دفعہ حضرت فرمانے لگے کہ مجھے جب حضرت ناظم صاحب نے اجازت دی، تو

میں نے خواب دیکھا کہ میں اجمیر شریف میں ہوں اور ڈول رسی کے ذریعہ کنویں سے پانی کھینچ رہا ہوں، تو میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ حضرت نے مجھ کو صاحب السلسلۃ حضرتِ چشتی اجمیری تک پہنچا دیا ہے، اب میرے اوپر ہے کہ میں فیض کو جتنا ہو سکے کھینچوں۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں حضرت ناظم صاحبؒ کی مسجد میں ہوں، اور وضو کرنے گیا تو وضو کا لوٹا لیا، تو لوٹا پانی کے بجائے شربتِ روح افزا سے بھرا ہوا ہے، تو میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ اعمالِ مسجد میں مشغول رہنے سے روح کو افزائیت حاصل ہوگی۔

تلاوت و درود کی تاکید:

حضرت ہمیشہ فرماتے تھے: مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کوئی سفر ایسا خالی گیا ہو جس میں حضرت نے یہ دو باتیں نہ کہی ہوں، ایک تو حضرت ہر نو وارد سے پوچھتے کہ حافظ ہو؟ فرمایا: جی حافظ ہوں، فرمایا: ایک پارہ روزانہ نماز میں ضرور پڑھا کرو! اور فرماتے کہ ایک ساتھ نہ پڑھ سکو تو تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھو! سنتوں میں پڑھو! فجر کی سنت میں، ظہر کی سنت میں، سنت قبلیہ و سنت بعدیہ میں، پہلے پہلے تھوڑا مشکل ہوگا، پھر اتنا اچھا لگے گا کہ اس کے بغیر گزارہ نہیں ہوگا اور دوسری بات یہ فرمایا کرتے تھے کہ درود شریف خوب پڑھو!!!!

فتنوں سے حفاظت کا واحد راستہ:

ایک دفعہ فرمانے لگے: بھائی! امت اس وقت بہت فتنوں میں مبتلا ہے، جدھر دیکھو فتنے ہی فتنے، فتنے ہی فتنے، ان فتنوں سے حفاظت کے لیے اللہ نے دو چیزیں ہم کو دی تھیں ایک اللہ کے پاک پیغمبر ﷺ، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ

فِيهِمْ" (جب تک آپ دنیا میں ہیں، اللہ انہیں عذاب نہیں دیں گے) لیکن چونکہ آپ ﷺ تو اس دنیا سے رخصت ہو گئے، اس لیے اللہ نے ان فتنوں سے حفاظت کے لیے ہمیں دوسری چیز دی اور وہ ہے استغفار، چناں چہ فرمایا: "وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ" (جب تک لوگ استغفار کرتے رہیں گے، اللہ ان کو عذاب نہیں دیں گے) پس استغفار کی کثرت کرو! خوب استغفار کرو! رجوع اِلی اللہ کرو! توبہ کرو! اس کے ذریعہ فتن اور عذابِ خداوندی سے حفاظت ہوگی، تو یہ حضرت کی مختصر باتیں ہیں، شفقتیں ہیں، جواَب یاد آتی ہیں تو رلاتی ہیں، اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، حضرت کے درجات بلند فرمائے، حضرت کے افادات سے امت کو خوب فائدہ پہنچائے، ہم سب سے راضی ہو جائے اور ہمیں حضرت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

علم سے بے پناہ تعلق:

حضرت مولانا نور الحسن صاحب کاندھلوی کی ایک بات یاد آ گئی، حضرت مولانا نے فرمایا کہ لوگ شیخ یونس صاحب کو یاد کرتے ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ ہاں! ان کو بچپن میں ٹی بی ہو گئی تھی اور پھر سحر ہو گیا تھا، بس اتنی ہی بات یاد ہوتی ہے، لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ انہوں نے پڑھنے کے زمانہ میں کتنے مجاہدات کیے ہیں اور وہ کن مراحل سے گذرے ہیں؟ ان کے والد چاہتے تھے کہ وہ کھیتی کریں، لیکن وہ پڑھائی میں لگے رہے، پھر یہاں مظاہر تشریف لائے، پھر یہاں تین سال تک پڑھا اور اس طرح پڑھا کہ بعض مرتبہ تو خون نکلتا تھا اور چارپائی پر لیٹے لیٹے سبق سنتے تھے، کبھی کبھی سوچ میں پڑ جاتے تھے کہ میں دورہ پورا کر سکوں گا یا نہیں؟ اساتذہ نے مشورہ دیا کہ تم گھر چلے جاؤ، علاج کراؤ، تو حضرت نے فرمایا

نہیں! اگر مرنا ہے تو یہیں مروں گا، تو حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "پڑا رہ یہاں!" پس آپ پڑے رہے، لگے رہے اور فارغ ہوئے، پھر معین مدرس مقرر ہوئے۔

من طلب العلیٰ سھر اللیالی:

مولانا نور الحسن صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ شیخ بعض مرتبہ ۲۴ ر گھنٹے میں سے ۲۰-۲۰ گھنٹے مطالعہ کرتے تھے اور آستین چڑھا کر بیٹھے رہتے تھے، یہ کتاب، وہ کتاب دیکھتے ہی رہتے تھے، صرف نماز کے لیے جاتے، کھانے پینے کی بھی فرصت نہیں ملتی تھی، بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ عشا کے بعد مطالعہ میں اتنے منہمک ہو جاتے کہ فجر کے لیے طالب علم آتا اور کہتا کہ حضرت! نماز کھڑی ہونے کو تیار ہے، تو اس وقت اٹھتے اور فجر کی نماز میں شامل ہوتے اور بعض مرتبہ کئی کئی دن کھائے بغیر گزارتے تھے تو اس طرح مجاہدہ کر کے حضرت نے علم حاصل کیا ہے۔

اور مولانا علی میاں حیران رہ گئے:

نیز مولانا نور الحسن صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ زکریاؒ کے یہاں حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ نے ایک سوال بھیجا کہ فلاں حدیث کا حوالہ چاہیے، میں نے بہت علماء سے پوچھا، لیکن اس کا کوئی حوالہ نہیں مل رہا ہے، تو حضرتؒ کو جب وہ خط پہنچا تو حضرت شیخ نے اپنی خاص اصطلاح میں فرمایا، میاں یونس! تو حضرت شیخ یونس صاحب تشریف لائے اور کہا، لیجیے! یہ علی میاں کا خط ہے، یہ حدیث کہاں ہے؟ اسے ڈھونڈھ دیجیے! حضرت شیخ گئے اور چند ہی منٹ میں اس کا حوالہ ڈھونڈھ کر لائے اور اس کو کارڈ کے پیچھے لکھا اور بھیج دیا، ادھر مولانا علی میاں صاحب عش عش کرنے لگے، پھر حضرت مولانا علی میاں

صاحبؒ سہارنپور تشریف لائے تو حضرت شیخ رحمہ اللہ سے پہلی ہی ملاقات پر کہا، وہ مولانا یونس کہاں ہے؟ ذرا مجھے دیکھنا ہے، تو حضرت نے آواز دی، میاں یونس! یہ مولوی علی میاں تجھے یاد کررہے ہیں، تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک لڑکا کھڑا ہے، لنگی پہنے ہوئے ہے، ابھی تو داڑھی بھی نہیں نکلی ہے اور کرتہ بھی پھٹا ہوا ہے، تو مولانا علی میاں کہنے لگے: یہ نہیں! مجھے مولانا یونس سے بات کرنی ہے، تو شیخ نے فرمایا: یہی وہ مولانا یونس ہیں، بہرحال تو یہ ابتدائی زندگی حضرت نے عجیب فاقے، محنت ومجاہدہ اور غربت ومفلسی میں گزاری ہے، تب جاکر وہ بنے ہیں، جیسے حضرت مولانا شاہد صاحب ابھی فرمارہے تھے کہ جو مشائخ کی ابتدا دیکھے وہ کامیاب جو انتہا دیکھے، وہ ناکام، تو ہمیں ان کی ابتدائی محنت اور مجاہدہ کو دیکھنا ہے، ان کی انتہائی فتوحات کا دور نہیں دیکھنا ہے، اللہ پاک ہمیں حضرت کی زندگی سے سبق لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واٰخر دعوانا أن الحمد للہ رب العٰلمین.

مجموعۂ کمالات

حضرت مفتی طاہر صاحب غازی آبادی مدظلہم العالی

(استاذِ حدیث و مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور)

(خلیفہ محبوب حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ)

مؤرخہ ۱۸ شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۲ جولائی ۲۰۱۷ء شبِ پنج شنبہ بعد نمازِ عشاء

درجلسۂ تعزیت، مسجدِ مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور

حضرت شیخ یونس صاحب رحمہ اللہ کا سانحۂ وفات، ایک بڑا سانحہ اور بہت غمگین کرنے والا معاملہ ہے، جب کسی گھرانہ میں وفات ہوتی ہے تو لوگ آتے ہیں، تعزیت کرتے ہیں یہ ایک طریقہ ہے، حضرت شیخ یونس صاحب رحمہ اللہ کے گھر والے الحمدللہ موجود ہیں، وہ تعزیت کے زیادہ مستحق ہیں، لیکن بھائیو! ہم سب بھی تعزیت کے مستحق ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضرت ہر ایک کے لیے شفیق اور مہربان تھے، حضرت گویا کہ ساری امت پر شفیق اور مہربان تھے، اس اعتبار سے حضرت کے اہلِ خانہ تو تعزیت کے مستحق ہیں ہی، لیکن ہم سب بھی تعزیت کے مستحق ہیں۔

إتقان العلم والعمل:

حضرت کے اوصاف و کمالات کو حقیقت یہ ہے کہ اس مختصر مجلس میں بیان نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی یہ مجلس ان تفصیلات کے لیے منعقد کی گئی ہے۔

دوستو! جانے والا چلا جاتا ہے، لیکن بعد والوں کے لیے جو چیز سعادت مندی کا

ذریعہ ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ بڑوں کے ان اوصاف اور ان کی ایسی صفات جو قابلِ اتباع ہیں، ان کو اختیار کیا جائے، حضرت شیخ رحمہ اللہ کے علمی کمالات زیادہ تر آپ کے سامنے آ گئے ہیں، لیکن ایک خاص چیز حضرت کے یہاں دیکھی گئی اور حضرت کے بارے میں مشہور بھی ہے، آپ حضرات نے بھی دیکھا ہوگا کہ حضرت بہت ڈانٹتے تھے، لیکن ایک جملہ فرمایا کرتے تھے، ہم نے بھی خود سنا حضرت سے: ''بھائی! میں اُسی کو ڈانٹتا ہوں، جس سے مجھے تعلق ہوتا ہے''، نیز حضرت ڈانٹتے تھے، لیکن یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس ڈانٹ کے نتیجہ میں جس آدمی کے اندر تواضع پیدا ہو جاتی ہے، وہ سعادت مند ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جس آدمی میں تواضع ہوتی تھی، ایسے شخص سے حضرت کی طبیعت بہت جلدی مانوس ہو جاتی تھی علم حقیقت میں ذریعۂ کمال اسی وقت ہے، جب اس علم کے ساتھ آدمی کے اندر تواضع اور فنائیت ہو، ورنہ یہ نرا علم، ذریعۂ کمال نہیں ہے؛ بلکہ اگر علم کے نتیجہ میں آدمی کے اندر تواضع نہ آئے، تو بعض مرتبہ یہ علم آدمی کے لیے گمراہی کا بھی ذریعہ بن جاتا ہے، اس لیے حضرت کے یہاں اس بات پر خاص نظر ہوتی تھی کہ اس شخص کے اندر تواضع آ رہی ہے یا نہیں؟ اللہ نے قرآنِ کریم میں فرمایا: ''مَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا'' حکمت کا لفظ قرآن کریم میں جگہ جگہ آیا ہے اور حکمت کی کئی تفسیریں ہیں، چنانچہ بیضاوی شریف کے حاشیہ میں حکمت کے معنیٰ لکھے ہیں: ''إِتْقَانُ الْعِلْمِ وَ الْعَمَلِ'' یعنی آدمی کا عمل بھی پختہ ہو اور علم بھی پختہ ہو حضرت کے اندر یہ دونوں باتیں کمال کے درجہ میں پائی جاتی تھیں، اسی علم و عمل کی پختگی کے نتیجہ میں پھر اللہ ایسے حضرات کے قلب پر حکمت کی باتوں کا فیضان فرماتا ہے اور ان کی زبان سے ایسی باتیں جاری ہوتی ہیں، جن سے زندگی بدل جاتی ہے، الغرض حضرت کے

حالات واوصاف کو اس مختصر وقت میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

مویشی کا تاجر اور حضرت کا ادراک:

ابھی کل ایک صاحب شہر کے آئے، انہوں نے بتایا کہ میں حضرت کے پاس آیا کرتا تھا، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک پڑوس میں رہنے والے، مویشی تاجر اپنے مویشی خریدنے کے لیے جا رہے تھے، انہوں نے مجھ سے کہا: مجھے بھی شیخ کے یہاں لے کر چلو میں اور وہ دونوں حضرت کے کمرہ میں داخل ہوئے، حضرت کے سامنے بیٹھے، میں نے کچھ نہیں کہا اور ان کا تعارف بھی نہیں کرایا، مگر حضرت نے فوراً کہا- ڈاکٹر سے مخاطِب ہوکر- ڈاکٹر! میرے قریب آ! میں تجھے ایک واقعہ بتاتا ہوں، پھر کہا: ایک مویشیوں کے تاجر تھے وہ مویشی رکھا کرتے تھے، لیکن مویشیوں پر ظلم کرتے تھے، تو ان کی موت اچھی حالت میں نہیں آئی، ہم تھوڑی دیر بیٹھے اور باہر آ گئے، جو مویشیوں کے تاجر میرے ساتھ آئے تھے مجھ سے کہنے لگے کہ بس بھائی! میرے کام کی تو اب انتہا ہوگئی، اب میں یہ کام ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیتا ہوں، واقعہ یہ ہے کہ حضرت کے قلب پر منکشف ہوا اور میرے اندر جو خرابی پائی جاتی تھی وہ حضرت کی زبان پر آئی، اور میں ہمیشہ کے لیے اس کاروبار کو چھوڑتا ہوں پس انہوں نے دوسرا کاروبار اختیار کیا، توبہ کی اور ۲ رسال میں بہت اچھی حالت میں ان کی وفات ہوئی۔

دل کا سارا بوجھ ختم ہو گیا:

ایک صاحب نے بتایا- ان کا بڑا کارخانہ ہے- کہ میں حضرت کے پاس آیا، اور کہا: حضرت! کاروبار کے لیے دعا فرمائیے! حضرت نے اپنے قریب میں بیٹھے ہوئے شخص سے فرمایا: ارے اسے کیا ہوا؟ اس کے اندر حرص پیدا ہوگئی ہے، اسے سمجھاؤ! کہتے ہیں کہ

حضرت نے یہ بات دو، تین دفعہ کہی، اب جب میں باہر آیا، تو میرے سارے دل کا بوجھ ختم ہوگیا، میں نے غور کیا کہ واقعہ تو یہی ہے کہ اللہ نے سب نعمتیں دے رکھی ہیں اور سارے آرام کی چیزیں مہیا کی ہیں، اب یہ زیادہ کی حرص! اسی سے دل غمگین و پریشان ہے۔ حضرت کے اس جملہ سے دل کا سارا بوجھ ختم ہوگیا؛ غرضیکہ حکمت کی باتیں حضرت کی زبان پر جاری ہوا کرتی تھیں، اللہ کا فضل ہے اسی کے نتیجہ میں اللہ کی ایک بڑی مخلوق نے حضرت سے فیض اٹھایا اور اللہ تعالیٰ شانہ نے انہیں کمال تک پہنچایا۔

احسان شناسی:

حضرت کے یہاں ایک خاص چیز تھی، تعلقات کو نبھانا اور احسان مندی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''لَا یَشْكُرُ اللّٰهَ مَنْ لَا یَشْكُرُ النَّاسَ.'' (رواہ أحمد والبخاری فی الأدب المفرد وأبو داود عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ) یعنی: جس شخص نے اپنے محسن کا شکر ادا نہیں کیا، اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا چنانچہ حضرت یاد رکھا کرتے تھے، میرے اساتذہ کون ہیں؟ میرے مشائخ کون ہیں؟ ہر استاذ کے نام سے صدقہ کرایا کرتے تھے، ان کے لیے نفلیں پڑھا کرتے تھے، ان کے لیے دعائیں فرمایا کرتے تھے، غرض یہ کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ شانہ نے بافیض عالم اور بافیض بزرگ بنایا تھا۔

آخری افتتاحی دعا اور دو منٹ کی نصیحت:

۷ر شوال میں افتتاحی دعاء ہوئی، اس وقت حضرت نے چند اساتذہ کے سامنے ۲ر منٹ کی نصیحت فرمائی، جس میں فرمایا: بھائی دیکھو! ''اَلْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ'' یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ فتنوں سے اپنے آپ کو بچاؤ! نیز فرمایا کہ فتنہ کو دبانے کی صورت یہ ہے کہ اپنے

کام میں لگے رہو، پھر ایک منٹ کی دعا فرمائی، اس دعا میں بھی حضرت نے خاص طور پر یہ دعا فرمائی: یا اللہ! فتنوں سے ہماری حفاظت فرما، یہ حضرت کی ۷ رشوال کی نصائح ہیں، جو میں نے خود حضرت کی زبانی سنی، اللہ تعالیٰ ہم سب کی فتنوں سے حفاظت فرمائے۔

کوئی کیا رہے گا جب رسول خدا نہ رہے:

خلاصہ یہ ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ جن کی وجہ سے یہ سارا عالم اور ساری کائنات پیدا کی گئی، وہ نہیں رہے، تو کون اس دنیا کے اندر رہے گا؟ ہمارے قاری صاحب زیدمجدہ نے ابتدا میں جو چند آیات پڑھیں: ''كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ، وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ'' (اللہ کے علاوہ ہر چیز کو فنا ہے) بہر حال حضرت تو دنیا سے رحلت فرما گئے، اب ہمارے لیے سعادت مندی کی بات یہ ہے کہ ان کے اوصاف اور ان کی صفاتِ حمیدہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کی کوشش کریں اور ان کی ہدایات پر عمل کرنے کا اہتمام کریں۔ اللہ مجھے بھی توفیق عطا فرمائے، آپ حضرات کو بھی توفیق عطا فرمائے اور حضرت کے علوم و معارف سے ہم سب کو اور پورے عالم کو فیض یاب فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

یکتائے روزگار

حضرت مفتی شبیر صاحب لندن زید مجدہ وفضلہ

(استاذ الحدیث دار العلوم بری - یوکے)

مؤرخہ ۱۸ شوال ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۲ جولائی ۲۰۱۷ء شبِ پنج شنبہ بعد نمازِ عشاء

بیان در جلسۂ تعزیت، مسجدِ مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میرے عزیز طلبہ! سب سے مشکل مادر علمی میں بیٹھ کر کچھ باتیں کہنا ہے۔

یہ بھی دیکھا وہ بھی دیکھ:

دیکھیے! حضرت مولانا شاہد صاحب اور مولانا عبد الرحیم صاحب دونوں نے ایک بات کہی کہ ہمارے بزرگوں کی ابتدا دیکھی جائے، انتہا نہیں، میں آپ کو ہمارے حضرت کی انتہا بتاؤں گا، ہمارے حضرت کو اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا زمانہ عطا فرمایا اور فتوحات کے زمانہ میں آپ طلبہ نے ان کو دیکھا ہے کہ آپ پلنگ پر نہیں سوتے تھے، زمین پر سوتے تھے۔

مکۂ مکرمہ میں مولوی یونس رندیرا دامت برکاتہم العالیہ کی برکت سے حضرت کا قیام ایسی ہوٹل میں ہوتا تھا کہ شاید ہمارے بزرگوں میں سے کوئی ایسی ہوٹل میں نہیں رہا ہے، بڑا وسیع کمرہ، کعبہ نظر آرہا ہے اور اتنا بڑا پلنگ ہوتا تھا کہ شاید پانچ طالب علم اس پر سو جائیں، لیکن اس کے باوجود حضرت زمین پر سوتے تھے۔

فتوحات کے زمانہ میں صدقہ کا یہ عالم تھا، کہ بھائی اجمل صاحب بتارہے تھے کہ

حضرت نے کہہ رکھا تھا کہ روزانہ میری طرف سے ایک بکرا صدقہ کیا جائے۔

انفاق فی سبیل اللہ:

حضرت جب انگلینڈ تشریف لاتے تھے اور ہدایا جمع ہوتے تھے-مولانا عبدالرحیم صاحب شاہد ہیں-جب ان کو گنا جاتا تھا، تو ایک مرتبہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ حضرت نے کہا کہ وہ موسیٰ لندنی بیچارہ بڑا مقروض ہو چکا ہے، قرض میں پھنسا ہوا ہے، یہ سارے پیسے موسیٰ کو دے دو، وہ اپنا قرض ادا کر دے گا، آپ مجھے بتایئے کہ ہندوستان سے آیا ہوا عالم کیا انگلینڈ میں اس طرح کر سکتا ہے؟ مولوی یونس اس کے گواہ ہیں کہ جو ہدایا حضرت کے انگلینڈ میں جمع ہوتے تھے، وہ سارے کے سارے مکہ مکرمہ جا کر تحفیظ میں جمع کرا دیتے تھے، حضرت کو جو ہدایا یہاں ملتے تھے، وہ سارے کے سارے خود یہاں دونوں مدرسوں جمع کرا دیتے تھے۔

اب بتلایئے کہ حضرت کی صرف ابتدا دیکھنا ہے، یا انتہا بھی دیکھنا ہے؟ یہ کتب خانہ جو حضرت چھوڑ کر کے جا رہے ہیں، میں آپ کو کہتا ہوں کہ شاید کوئی عالم ملے گا، جس نے اتنی کثیر کتابیں مدرسہ کے لیے وقف کی ہوں، کتنی کتابیں۔۔۔!!! اور حضرت کو کتابوں کا اتنا شوق تھا کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتا، اس بڑھاپے میں بھی حضرت کو کتابوں کا شوق تھا، کچھ روز قبل میں نے اپنے بچے کو فون کیا کہ مدینہ منورہ میں ابن ماجہ کی فلاں فلاں شرح چھپی ہے ذرا اس کو خرید لینا، جب حضرت کو پتہ چلا تو فرمایا کہ میرے لیے بھی خرید لینا، تو ہمارے بچے نے حضرت کے لیے خرید کر ان کو عطا کی، وہ ساری کتابیں یہاں موجود ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ حضرت کا ہم پر اور مدرسہ والوں پر بہت بڑا احسان ہے۔

دقتِ نظر، وسعتِ مطالعہ:

حضرت کا علم !!!! اللہ اکبر!!! ہم جب بخاری شریف پڑھانے بیٹھتے ہیں اور ترجمۃ الباب پر کوئی بات آتی ہے؛ تو وَ اللہ کسی شارح کے پاس بعض دفعہ وہ بات نہیں ملتی جو ہمارے حضرت کے پاس ملتی ہے، ان احسانات کو وَ اللہ ہم نہیں بھول سکتے، حضرت کے بڑے احسانات ہیں، وَ اللہ میرے ساتھ تو بڑے احسانات ہیں، ہمارے ساتھیوں کے ساتھ بھی بڑے احسانات ہیں اور میں ساتھ میں اس کو بھی ذکر کروں گا کہ ہم ناظم صاحب کے بڑے شکر گزار ہیں کہ ناظم صاحب نے حضرت کو کہ ناظم صاحب حضرت کے شاگرد تھے لیکن اس طرح حضرت کے ساتھ برتاؤ کیا کہ شاید کوئی مہتمم اپنے مدرس کے ساتھ اس طرح برتاؤ کر سکتا ہے، میں وَ اللہ یہ بات کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں جب حضرت بیمار ہوئے تھے اور یہاں آئے ،تو ناظم صاحب نے میرے سامنے کہا تھا کہ حضرت شروع آپ کرادیں اگر آپ مسلم شریف ختم نہیں کرا سکتے ہیں،تو یہ آپ کے شاگرد کس کام کے؟ یہ ختم کرادیں گے۔

میرے دوستو! ایک اور واقعہ بتاتا ہوں، حضرت ایک دفعہ انگلینڈ تشریف لائے ،تو کافی بیمار ہوگئے، بخاری کا آخری درس تھا، بلڈ پریشر ہائی تھا، حضرت کچھ بول نہیں سکے دوسرے دن پھر طلبہ نے مجھے درخواست کی ،تو میں نے طلبہ کو جمع کیا اور حضرت نے بخاری کے ختم پر جو تقریر کی واللہ انتہائی پر مغز تقریر کی۔

اس کی جانب سر کا دیے:

میں نے اور مولانا ایوب صاحب دامت برکاتہم العالیہ جو یہاں موجود ہیں ، ہم نے حضرت کے جو ہدایا تھے، وہ سارے کے سارے جمع کیے، چوں کہ حضرت کی طبیعت اچھی

نہیں تھی، اس لیے ہم نے مناسب سمجھا کہ حضرت کے ساتھ یہ پاؤنڈ نہ بھیجیں، بلکہ سہارنپور جا کر براہِ راست پہنچا دیں گے، کچھ دنوں کے بعد میرا سہارنپور آنا ہوا، تو میں نے حضرت کی خدمت میں تین ہزار پانچ سو پاؤنڈ (تقریباً ساڑھے تین لاکھ روپیے) پیش کیے، اور کہا حضرت! یہ آپ کی امانت ہے، آپ جب تشریف لائے تھے، تو یہ ہدایا تھے، حضرت نے کہا مجھے نہیں چاہیے، تو رکھ لے، میں نے کہا، حضرت! میں کیسے رکھ سکتا ہوں؟ میری بیوی بھی میرے ساتھ تھی، حضرت نے اس کی طرف پیسے سرکا دیے، اور کہا: اپنی بچیوں کی شادی میں استعمال کرنا۔

میرے دوستو! اب بتائیے کہ حضرت کی صرف ابتدا دیکھیں یا انتہا بھی؟ شاید ہی آپ کو کوئی ایسا ملے گا، جو دنیا سے جاتا ہے اور کچھ چھوڑ کے نہیں جاتا، سب کچھ ہونے کے باوجود حضرت کچھ چھوڑ کے نہیں گئے، اللہ حضرت کی قبر پر انوارات برسائے۔

علم میں گہرائی و گیرائی:

چونکہ آپ حضرات نے آخری زمانہ میں حضرت سے بخاری شریف پڑھی ہے، اس لیے درس سے متعلق حضرت کی خصوصیات کا آپ کو اندازہ نہیں ہوگا، میں آپ کو ایک بات اور بھی بتا دیتا ہوں کہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی کشف الباری جس کا آپ حضرات مطالعہ کرتے ہیں، اس میں اکثر باتیں ہمارے حضرت شیخ کی ہیں، وہیں کے کسی مدرس نے اس کو لکھا ہے اور حضرت کے دروس کی مکمل تقریر میری اہلیہ اور مولوی رشید نے لکھی ہے، جو میرے پاس موجود ہے، اور میں نے خود حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کو دی تھی۔

حضرت کی ۲ رسال پہلے مدینہ منورہ میں وفات نہیں ہوئی، میں سمجھتا ہوں کہ یہ

تکوینی طور پر ہوا ہے، اگر حضرت وفات پا جاتے، تو یہ نبراس الساری کی ایک جلد نہ آتی جب ایک جلد نہ آتی تو باقی جلدوں کے لیے مسئلہ ہو جاتا، آپ حضرات دعا فرمائیں کہ حضرت کے جو علوم ہیں، وہ یکجا ہو جائیں، اور کتابی شکل میں منظرِ عام پر آ جائیں، اور امت ان سے منتفع ہو میرے بھائیو! آپ حضرات کو اندازہ نہیں ہے کہ اس کمرہ میں کیا علوم ہیں؟ ان علماء عرب سے پوچھیں، جو اس فن کے ماہر ہیں، اس فن کے ماہر علماء نے کہا ہے کہ بخاری شریف کے ترجمۃ الباب پر حضرت شیخ کی سی مہارت آج تک ہم نے کسی میں نہیں دیکھی آپ حضرت امام بخاریؒ کی زبان سے بولتے تھے، لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں- اللہ معاف کرے- لوگ کہتے ہیں کہ حضرت نے حنفیہ کے خلاف یہ بات کہی، بھائی! جب حضرتؒ امام بخاریؒ کی کتاب پڑھائیں گے، تو امام بخاری کی زبان سے بولیں گے، یا کسی اور کی زبان سے بولیں گے؟ چونکہ بخاری شریف از اول تا آخر میں نے حضرت سے پڑھی ہے اور ہمارے حضرت مولانا یوسف صاحب کی برکت سے دار العلوم بری میں مجھے پوری بخاری شریف مختلف سالوں میں پڑھانے کا موقع ملا، میں نے حضرت کی باتوں سے بڑا فائدہ اٹھایا ہے، یہ نمک حرامی ہوگی کہ میں حضرت کا تذکرہ نہ کروں، گو مجھے پانچ منٹ دی گئی ہے مگر حضرت کی اتنی باتیں ہیں: حضرت کی تواضع، حضرت کا علم وغیرہ وغیرہ۔

یا بدا ند جوہری:

حضرت کا علم علماء عرب سے پوچھیے! جب حضرت مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جاتے تھے، مولوی یونس رندیرا صاحب- اللہ ان کو جنت میں بہت بڑا مقام عطا فرمائے- نے حضرت کا بہت خیال رکھا ہے، جیسے یہاں کے حضرات نے حضرت کی خدمت کی، جن کے ہم شکر گزار ہیں، مولوی یونس نے مکۂ مکرمہ میں اور مدینہ منورہ میں حضرت کی بڑی خدمت

کی ہے، جدہ میں محمد حریری ہیں، بہت بڑے پروفیسر ہیں، میں خود ان کے ساتھ رہا ہوں، وہ حضرت کو جدہ سے اپنی گاڑی میں سوار کرتے تھے اور خود ڈرائیونگ کرتے تھے اور پھر اس کے بعد کسی اور ڈرائیور کو بٹھا کر راستہ میں، عرفہ کے میدان میں، منیٰ میں اور دیگر مقامات پر حضرت کے پاس پڑھتے تھے، انہوں نے حضرت کے سامنے پوری صحاحِ ستہ پڑھی، ہم لوگوں نے حضرت کی - اللہ ہمیں معاف فرمائے - قدر نہیں کی، عرب کے ان علماء نے قدر کی ہے، اللہ ان کو جزاءِ خیر عطا فرمائے، اور حضرت کے درجات کو بلند فرمائے۔

امام بخاری سے بے پناہ محبت:

حضرت امام بخاریؒ سے حضرت کو جو عشق تھا، وہ آپ حضرات کو معلوم ہے، ابھی مجھے ایک صاحب بتا رہے تھے کہ حضرت نے مجھے کہا کہ تم امام بخاری کی طرف سے صدقہ کیا کرو، صدقہ کے باب میں حضرت عجیب وغریب تھے۔

حضرت نے کئی حج کیے اور جب بیمار ہوتے تو طلبہ سے روزے رکھواتے تھے اور پھر شام کو حضرت اپنی طرف سے ان کی دعوت کرتے تھے۔

طلبہ پر شفقت:

حضرت طلبہ پر بے انتہا شفقت فرماتے تھے، میں اپنی بات کہتا ہوں کہ حضرت مجھے ڈانٹتے بھی تھے، لیکن بعد میں حضرت کی جو شفقتیں تھیں وہ ناقابلِ بیان ہیں، اللہ ان کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

حضرت شیخ زکریاؒ کی دوراندیشی:

حضرت کا چالیس سال والا خط پڑھیے اور اس میں ہمارے حضرت شیخ کی بصیرت

دیکھیے، اس میں حضرت رحمہ اللہ نے لکھا ہے ”جب سینتالیسویں پر پہنچ جاؤ گے تو انشاء اللہ مجھ سے آگے ہو گے۔“

عزیمت پر عمل:

میرے دوستو! ایک اور بات بھی بتا دیتا ہوں کہ حضرت نے ہمیشہ عزیمت پر عمل کیا ہے، ایک چھوٹا سا واقعہ بتاتا ہوں: آج سے کچھ سالوں پہلے میں یہاں رمضان کے اخیری عشرہ میں تھا، ایک شخص نے یہ کہا کہ میں نے جب یہ نماز پڑھائی تھی۔ یہ میں صرف علماء کو بتا رہا ہوں۔ تو میں مسافر تھا، لیکن میں نے چار رکعت پڑھا دی، حضرت نے فرمایا: ”مفتی شبیر سے پوچھو!“ اتنے بڑے محدث کہہ رہے ہیں ”مفتی شبیر سے پوچھو!“ اس نے مجھے آ کر پوچھا کہ اس طرح ہوا ہے، کیا کرنا چاہیے؟ میں نے کہا کہ چلو کوئی بات نہیں اس لیے کہ حضرت کا مسلک اربع فی اربع کا ہے، یعنی حضرت اس کو راجح سمجھتے ہیں، اور اصولِ احناف پر بھی نماز ہو گئی کہ فریضۂ وقت ادا ہو گیا۔ یہ امر آخر ہے کہ واجب الاعادہ ہو، یہ واقعہ ظہر کا ہے، اس کے بعد عصر کی نماز ہوئی، اس کے بعد مغرب کی نماز ہوئی، اس کے بعد عشاء کی نماز ہوئی۔ مولوی یوسف صاحب ٹنکاروی یہاں موجود ہیں۔ اس کے بعد تراویح ختم ہوئی حضرت کے یہاں تین پارے کی تراویح ہوتی تھی، حضرت نے کہا: شبیر! یہاں احناف کا مجمع ہے، مجھے ایسا لگتا ہے کہ نماز دہرانی چاہیے، حضرت نے ظہر بھی دہرائی، عصر بھی دہرائی مغرب بھی دہرائی اور عشاء بھی دہرائی، یہ ہے عزیمت۔ اللہ حضرت کی قبر کو نور سے بھر دے۔ میرے پاس وقت نہیں، مجھے پانچ منٹ کا وقت دیا گیا تھا، حضرت کی کتنی باتیں میں آپ کو سناؤں، حضرت کی ابتدا بھی باعثِ عبرت ہے اور انتہا بھی، ابتدا بھی فقیری کی اور انتہا

بھی، یہ کہیے کہ ابتدا فقر غیر اختیاری کی اور انتہا فقرِ اختیاری کی، اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے۔

حضرت شیخ الحدیث اور آپ کے خانوادہ سے محبت:

اور میں یہ بھی بتا دوں کہ ہمارے حضرت کو حضرت شیخ کے خاندان سے بے انتہا محبت تھی، وَاللہ بے انتہا محبت تھی۔ ایک واقعہ بتاتا ہوں: حضرت جب انگلینڈ تشریف لائے تو ہم لوگ مانچسٹر گئے، مانچسٹر میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے کافی متعلقین ہیں اور خود حضرت (شیخ یونسؒ) کے بھی متعلقین ہیں، انہوں نے حضرت کو کافی ہدیے دیے، خاص طور پر یوسف بھائی قاضی نے۔ جو ان دنوں کافی بیمار ہیں اللہ ان کو صحت عطا فرمائے۔ الغرض تقریباً ایک ہزار پاؤنڈ کا ہدیہ آیا، حضرت نے مجھے یہ کہا شبیر! یہ ہدیہ لو! حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی برکت سے ہے، بھائی طلحہ آئے ہوئے ہیں، یہ سارا ہدیہ ان کو دے دو، حضرت نے کہا: بھائی طلحہ! یہ تمہارے ابا کی وجہ سے ملے ہیں، لے لو! بھائی طلحہ نے لے کر جیب میں ڈال دیے۔ میرے دوستو! ایسا ایک واقعہ نہیں، بے شمار واقعات ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ حضرت کے خاندان سے ہمارے حضرت کو بے انتہا محبت تھی۔

اساتذہ کے نام پر صدقہ:

اسی طرح اپنے اساتذہ کے نام پر صدقہ کرنا۔ اللہ اکبر۔ مولانا ضیاء صاحب کا جو قصہ تھا، میرے پاس وقت نہیں، حضرت نے مولوی کفایت اللہ سے کہا کہ مولانا ضیاء صاحب کا زمین سے متعلق کوئی مسئلہ تھا، اور ممکن ہے کہ مولانا ضیاء صاحب حق پر ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ حق پر نہ ہوں، جو بھی ہو، ان کا تو انتقال ہو گیا، حضرت کے ذہن میں یہ تھا کہ

کہیں ایسا نہ ہو کہ مولانا ضیاء صاحب کو یہ پیسے ادا کرنے ہوں اور دنیا سے چلے گئے ہوں آدھے پیسے تو لائے گا، اور آدھے میں دوں گا اور حضرت نے وہ سارے پیسے مولانا ضیاء سے جو مانگتے تھے، ان کو روانہ کیے۔

میرے دوستو! یہ ہمارے لیے سبق ہے کہ ہم کم از کم حضرت کے لیے صدقہ کریں ہمارے یہاں یہ طے ہو چکا ہے کہ ان شاء اللہ حضرت کے نام سے ایک دار الحدیث بنائیں گے حضرت کے نام کی ایک مسجد بنائیں گے۔ آپ حضرات بھی صدقہ کریں، ایک طالب علم حضرت کے نام پر کم از کم پانچ روپیے تو دے ہی سکتا ہے، حضرت کے لیے جو صدقہ ہم کریں گے اس کا ثواب حضرت کو پہنچے گا۔

کلماتِ شکر:

میرے دوستو! میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے، میں آپ حضرات سے گزارش کرتا ہوں اور میں آپ حضرات کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے حضرت کی جس طرح بھی خدمت کی، خاص طور پر حضرت کے خادم بھائی ہاشم، مولانا یونس صاحب رندیرا اور مولانا یوسف صاحب ٹنکاروی میں ان کو بھول نہیں سکتا، حالاں کہ مولانا یوسف صاحب جنوب جا سکتے تھے، ان کو جنوب والے بلاتے تھے، ان سب کو قربان کر کے یہ حضرت کی خدمت میں آتے تھے۔ اللہ ان کی عمر میں برکت دے۔ حضرت کو ان پر بڑا اعتماد تھا، اسی طرح قاری ایوب صاحب سورتی ہیں اور میں کن کن کا نام لوں، ہم ان سب کے ممنون ہیں۔

حسن العهد من الإيمان:

میرے ساتھ تو حضرت کا بہت عجیب تعلق رہا، طالب علمی کی زندگی میں تین سال

دارِ قدیم میں حضرت کے لیے کھانا بناتا تھا، حضرت کبھی ڈانٹتے بھی تھے، اتنی شفقت کرتے تھے کہ جب میں یہاں سے تکمیل کے بعد جانے لگا، تو اللہ کا فضل ہے کہ حضرت خود رکشہ میں بیٹھ کر بس اسٹیشن پر مجھے چھوڑنے آئے،- یہ مجھے ایک سعادت حاصل ہے- یہ ہے "حُسْنُ الْعَهْدِ مِنَ الْإِيْمَانِ" (رواه الحاكم والبيهقي وبوب له البخاري في صحيحه في كتاب الأدب) پر عمل اور ہمیشہ حضرت نے اس کا خیال رکھا، چنانچہ ایک مرتبہ انگلینڈ آئے اور فرمانے لگے، میں آنے والا نہیں تھا، لیکن تمہاری بیماری کا سنا، اس لیے میں آیا ہوں یہ حضرت کے اخلاق تھے اور یہ اخلاقِ نبوی ﷺ سے ہے، آپ حضرات نے پڑھا ہے کہ حضور ﷺ حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کا کس طرح خیال رکھتے تھے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت کی قبر پر انوارات برسائے، حضرت کا حشر حضور ﷺ امام بخاری اور اپنے شیوخ کے ساتھ اعلیٰ علیین میں فرمائے۔

ہند و بیرونِ ہند کے علماء کی جانب سے تعزیت:

بہت سارے ہمارے علماء نے، خاص طور پر عرب کے علماء جو حضرت کو جانتے تھے انہوں نے مولوی یونس کو بھی اور مجھے بھی اور مولانا شاہد صاحب کے نام بھی کچھ تعزیت کی۔

مخطوطات کی اہمیت:

بحرین کے شیخ نظام ہیں، انہوں نے حضرت کو کئی کتابیں دی ہیں، اللہ ان کو جزاءِ خیر دے، جس مخطوطہ کو تحقیق کر کے وہ چھاپتے تھے، حضرت اس کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے مجھے اور آپ کو اس کی قدر نہیں، ابن السنی کی رياضة المتعلمين پہلی مرتبہ مخطوطہ سے شیخ نظام نے اس کو شائع کیا اور حضرت کو وہ کتاب دی، مجھے یاد ہے کہ پچھلے سفر میں جب میں یہاں آیا تھا، تو حضرت کا ایک ہی کام تھا، پوری کتاب پڑھتے تھے، جہاں کوئی بات حضرت کو ایسی

لگی کہ میرے حاشیہ میں فلاں جگہ آنی چاہیے، اسے لکھتے تھے، اور مجھے کہا میں نے محقق کا نام بھی اپنی شرح میں لکھا ہے، اس لیے کہ یہ محقق کا احسان ہے۔

میرے دوستو! ان علماء کا احسان مانو! جو دنیا بھر میں گھومتے ہیں، مخطوطے تلاش کرتے ہیں اور پھر ان پر محنت کرتے ہیں، پھر وہ مخطوطے کتابی شکل میں منظرِ عام پر آتے ہیں، چنانچہ امام بخاری کی جب ''برالوالدین'' آئی، تو میں نے حضرت کو دیکھا کہ بہت خوش ہوئے، حالاں کہ چھوٹا سا رسالہ ہے۔

أعلم الناس بصحيح البخاری فی عصره:

میرے دوستو! انہیں کتابوں کی قدر تھی، ہم بھی حضرت کے نقش قدم پر چلیں، علم میں حضرت بہت اونچے مقام پر تھے۔ علماءِ عرب متفقہ طور پر کہتے ہیں کہ اس وقت دنیا میں بخاری شریف پر نظر حضرت سے زیادہ کسی کی نہیں تھی اور صرف بخاری نہیں، جو کتابیں حضرت نے کبھی نہیں پڑھائیں، مثلاً: ترمذی شریف، حضرت نے کبھی نہیں پڑھائی، لیکن آپ، حضرت کی ترمذی دیکھیں، اس پر بھی آپ کو حواشی ملیں گے، فتح الباری دیکھیں، آپ کی فتح الباری کا نسخہ حافظ پر تعاقب کا خزانہ ہے، حالاں کہ حافظ ابن حجر پر تعاقب کرنا آسان نہیں ہے۔ میں یہاں کے علماء اور دیگر علماء سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ اس علمی خزانہ کو باہر لائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين.

تھیں جس کے دم سے بہاریں وہ باغباں نہ رہا

طاہر سورتی

(بیان در جلسۂ تعزیت مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ، سورت)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمدلله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلوة والسلام على سيد الأنبياء والمرسلين، سيدنا ونبينا ومولانا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين، أما بعد!

تعزیت کی مدت:

علماءِ کرام، مہمانانِ عظام، عزیز طلبہ!

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ تعزیت تین دن تک ہے، تین دن کے بعد تعزیت نہیں ہے، یہی حال تہنیت (مبارک بادی) کا بھی ہے کہ اگر کسی کو مبارک بادی دینی ہے تو تین دن تک، تین دن کے بعد پھر تہنیت (مبارک بادی) نہیں ہے۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ جس نے تین دن کے بعد مبارک باد دی، اس نے دوستی کا مذاق اڑایا اور جس نے تین دن کے بعد تعزیت کی اس نے محبت کا مذاق اڑایا، اس لیے آئندہ کبھی اس طرح کا موقع ہو تو تین دن کے اندر تعزیت کرنی ہے۔ اب آج تو پروگرام شروع ہو چکا ہے اور جو آدمی آپ کو مسئلہ بتا رہا ہے وہ خود اس میں شریک ہے، بہر حال میری پہلے سے یہ نیت بنی ہوئی ہے کہ ہم تذکرہ کے لیے جمع ہوئے ہیں، تعزیت کے لیے

نہیں، تعزیت تو تین دن تک ہوتی ہے، لیکن تذکرہ کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے۔

تذکرۂ بزرگاں تقویتِ دل کا باعث:

ہم اس وقت حضرت شیخ الحدیثؒ کا تذکرہ کررہے ہیں اور یہ تذکرہ محض اس لیے کررہے ہیں کہ اللہ کے نیک بندوں کا تذکرہ دلوں میں تقویت پیدا کرتا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے کہ حکایات اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جس کے ذریعے وہ اپنے بندوں کے قلوب کو تقویت بخشتا ہے۔ کسی نے پوچھا اس کی کیا دلیل ہے؟ تو انہوں نے یہ آیت پڑھی: "وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَانُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ." یعنی اے نبی! ہم آپ کے سامنے گزشتہ پیغمبروں کے واقعات میں سے وہ سارے واقعات بیان کرتے ہیں جن سے ہم تمہارے دل کو تقویت پہنچائیں۔ معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام کے واقعات سننے سے دل مضبوط ہوتا ہے، پس اسی طرح ورثۃ الانبیاء یعنی علماءِ ربانیین کے واقعات سننے سے بھی دل مضبوط ہوتا ہے۔

متفرق اشعار و مقولات:

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا جو حادثہ پیش آیا ہے، اس سے متعلق اردو اور فارسی زبان کے بہت سے اشعار ہیں، جو برسہا برس پہلے پتہ نہیں کن کے بارے میں کہے گئے؟ اور جن کے بارے میں کہے گئے وہ ان کے سچے مصداق تھے یا نہیں، یہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے لیکن ہم حلفیہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ واقعۃً ان اشعار کے مصداق ہیں۔ چناں چہ عربی کا ایک بہت مشہور شعر ہے۔

وَمَا كَانَ قَيْسٌ هُلْكُهُ هُلْكَ وَاحِدٍ	وَلَكِنَّهُ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

(قیس کا جانا دنیا سے ایک اکیلے انسان کا جانا نہیں ہے، بلکہ یہ تو ایک پوری عمارت گر جانے کے مترادف ہے)

اس طرح مشہور مقولہ ہے: "موت العالِم موت العالَم" (ایک عالم کی موت پورے عالَم کی موت ہے)

اور ابراہیم ذوقؔ کہتے ہیں: "زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو" اس کا مطلب صحیحین کی ایک روایت سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ ایک جنازہ جا رہا تھا، تو لوگوں نے اس کی تعریف کی، حضور ﷺ نے فرمایا: "وجبت" پھر دوسرا جنازہ گزرا تو لوگوں نے برائی کی، حضور ﷺ نے فرمایا: "وجبت" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "ما وجبت" (یا رسول اللہ) حضور ﷺ نے فرمایا: ایک جنازے کی تم نے تعریف کی، تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور ایک جنازہ کی تم نے برائی کی، تو اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی پھر فرمایا: "أنتم شهداء الله في الأرض" (تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو) پوری دنیا حضرت شیخ کی مدح میں رطب اللسان ہے، لہٰذا ہم حدیثِ بالا کی روشنی میں نیک فالی لے سکتے ہیں۔

بیننا و بینکم یوم الجنائز:

امام احمد بن حنبلؒ نے مبتدعین سے فرمایا: بیننا و بینکم یوم الجنائز۔ (ہمارے اور تمہارے درمیان جنازے کا دن ہی فیصلہ کرے گا) چناں چہ آپ کے جنازے میں اس زمانہ کے اعتبار سے ایک لاکھ آدمیوں نے شرکت کی، اور آپ کے جنازے کو دیکھ کر

سینکڑوں غیر مسلموں نے کلمہ پڑھا، اسی طرح آپ حضرت شیخ کے جنازے کو دیکھیے! اولاً حضرت کے جنازے سے متعلق ایک اخبار کی کٹنگ آئی، جس میں یہ لکھا تھا کہ آپ کے جنازے میں دس لاکھ آدمیوں نے شرکت کی، تو مجھے یہ خیال ہوا کہ لکھنے والے نے تھوڑا بڑھا چڑھا کر لکھا ہے لیکن جب میں سہارنپور پہنچا اور وہاں جو میں نے آنکھوں دیکھی باتیں لوگوں سے سنیں، تو مجھے خیال آیا کہ دس لاکھ تو کم لکھا ہے مجمع تو دس لاکھ سے زیادہ ہی ہونا چاہیے۔ تو یہ اللہ رب العزت کے یہاں مقبولیت کی علامت ہے۔

مؤمن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی:

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بوریے پر بیٹھتے اور سوتے تھے، زندگی میں سادگی تھی، تواضع عبدیت اور انکساری بہت زیادہ تھی، لیکن مزاج شاہانہ تھا۔

صابن سے میرا ہاتھ دھلا:

انگلینڈ کے ایک بہت بڑے عالم کا لڑکا شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، مالدار گھرانے کا لڑکا تھا، شیخ اس کو جانتے تھے، اس کے والد بھی حضرت شیخ کے خلیفہ ہیں، بہر حال، اس نے آکر مصافحہ کیا، شیخ کا ہاتھ چوما، اس کو ہر وقت نزلہ رہتا تھا، حالاں کہ جس وقت اس نے شیخ کا ہاتھ چوما تو شیخ کے ہاتھ پر کچھ لگا نہیں، لیکن جیسے ہی اس نے ہاتھ چوما تو اس کے سامنے ہی شیخ مجھ سے فرمانے لگے: طاہر! جلدی صابن سے میرا ہاتھ دھلا۔

سورت سے یہ ''بھیک منگو'' آئے ہیں:

عید کے دوسرے یا تیسرے دن سورت کے کچھ مالدار حضرات آئے (شیخ کا یہ مزاج تھا کہ کوئی اصلاح کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے) انہوں نے سلام کیا

توشیخ فرمانے لگے: طاہر! سورت سے یہ ''بھیک منگو'' آئے ہیں، ان کو کچھ کھلا کر روانہ کر! وہاں کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں تھی۔

ڈابھیل کے ایک طالبِ علم کا قصہ:

ڈابھیل کا ایک فاضل طالبِ علم تھا، وہ تھوڑا البیلے قسم کا تھا، اس نے بھی شیخ کا بہت شہرہ سن رکھا تھا، سوچا کہ شیخ سے مل کر آئیں، اب وہ مزاج سے واقف نہیں تھا، اس نے جا کر ویسے ہی شیخ سے ملاقات کی، شیخ نے اپنے معمول کے مطابق ڈانٹ دیا اور فرمایا: دور ہو تو! کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اپنا کام کر! اب وہ باہر آکر کہنے لگا کہ یہ شیخ الحدیث ہیں؟ اس طرح بات کرتے ہیں!

ڈانٹ باعثِ سعادت:

میں آپ کو بتاؤں اور میں ہر بات آنکھوں دیکھی بتاؤں گا، کہ سبق کے اندر شیخ اکثر فرماتے تھے: بچو! میں ہر کسی کو ڈانٹ دیتا ہوں، بول دیتا ہوں، غصہ بھی کرتا ہوں مار بھی دیتا ہوں، لیکن بچو! روزانہ میں ایک دعا مانگتا ہوں، جو حدیث میں وارد ہوئی ہے ''أیما مؤمن اذیته أو سببته أو جلدته فاجعلها له کفارة و قربة تقربه بها إلیك یوم القیامة.'' (أخرجه مسلم من حدیث أبی هریرة و غیره ﷺ) (اے اللہ! جس مؤمن بندے کو میں نے تکلیف پہنچائی ہو، یا برا بھلا کہا ہو، یا مارا ہو، تو میری ایذا رسانی، برا بھلا کہنے اور مارنے کو تو ایسا کفارہ اور ایسی نیکی بنا دے، جس کی برکت سے تو بروز قیامت اسے اپنا قرب عطا فرما) حضور ﷺ نے کتنی عظیم دعا سکھائی ہے۔ دیکھو! شیخ کی ڈانٹ جس کو مل رہی ہے وہ اس کی سعادت ہے، اور واللہ العظیم! شیخ نے کبھی کسی کو نہ انتقام کے

جذبہ سے مارا، نہ انتقام کے جذبہ سے ڈانٹا، بلکہ جب بھی ڈانٹا اور مارا تو اصلاح کی غرض سے۔

ایسا گھٹیا کپڑا میں نہیں پہنتا:

سورت کے ایک بہت بڑے سیٹھ تھے، قریب زمانہ میں ان کا انتقال ہوا، ان کا کپڑے کا بہت بڑا کاروبار تھا، شیخ تشریف لائے تو انہوں نے ایک کپڑا شیخ کی خدمت میں پیش کیا، تو شیخ نے اسے ہاتھ میں لے کر فرمایا: ''ایسا گھٹیا کپڑا میں نہیں پہنتا، لے جاؤ اسے!'' حضرت کو کسی سے کوئی سروکار نہیں تھا، آپ کی امارت، آپ کی مالداری، آپ کا غنا آپ کو مبارک! اللہ تعالیٰ نے ایسا شاہانہ مزاج آپ کو عطا فرمایا تھا۔

آمدم برسرِ مطلب:

میں اشعار کا تذکرہ کر رہا تھا، ایک عربی شعر تو میں نے سنا دیا۔ اب ایک فارسی شعر سنیے ۔

آفاقہا گردیدہ ام، مہر بتاں ورزیدہ ام	بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(میں پوری دنیا گھوم چکا ہوں، حسینوں سے محبت کر چکا ہوں، بہت اچھے اچھے، خوب صورت دوست میں نے دیکھ لیے، لیکن جو چیز تجھ میں ہے وہ کسی میں نہیں۔

اور شاعر مشرق علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یہ سارے اشعار حضرت شیخ کی شخصیت پر چسپاں ہوتے ہیں۔

اور آج صبح سے حضرت شیخ کے کمرہ کے اندرونی حصہ کی تصویریں آرہی ہیں کہ

چاروں طرف کتابیں پھیلی ہوئی ہیں، ان کو دیکھ کر بے ساختہ ایک شعر یاد آیا، جو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے:

چند تصویرِ بتاں، کچھ حسینوں کے خطوط	بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

وفوق کل ذی علم علیم:

حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی دامت برکاتہم ہمارے ہندوستان کے بہت بڑے عالم ہیں کویت میں رہتے ہیں، حدیث سے ان کو بڑا شغف ہے، ان کا ایک مضمون آیا، اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ شیخ یونس صاحبؒ کا ایک رسالہ ہے "إرشاد القاصد إلی ماتکرر في البخاري بسند واحد" اس رسالہ کا پس منظر یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا یہ دعوی ہے کہ یقیناً میری اس کتاب میں مکررات بہت ہیں، مگر جو مکررات ہیں ان میں سند میں کہیں نہ کہیں کچھ فرق ہے اس لیے ان کو اصطلاحِ محدثین میں مکرر نہیں کہہ سکتے، اس کے بعد حافظ ابن حجر عسقلانیؒ آئے اور انہوں نے فرمایا کہ بخاری شریف میں ۲۲ر روایات ایسی ہیں جن میں ایک ہی سند اور ایک ہی متن ہے۔ اس کے بعد پندرہویں اور اکیسویں صدی کا ابن حجر (حضرت شیخ یونسؒ) کہتا ہے کہ بخاری شریف میں ۲۲ر نہیں بلکہ ۱۶۸ر روایات ایسی ہیں جن کا متن اور سند ایک ہی ہے۔ اس کو کہتے ہیں محدث، اس کو کہتے ہیں طالبِ علم۔ حدیث شریف میں وارد ہے: "منهومان لا يشبعان، منهوم في العلم ومنهوم في الدنيا" (رواہ الحاکم فی المستدرک) (ایک لالچی علم کا ہوتا ہے کہ پڑھتے پڑھتے اس کا پیٹ ہی نہیں بھرتا اور ایک لالچی مال کا ہوتا ہے کہ کماتے کماتے اس کا پیٹ ہی نہیں بھرتا)

نعمتوں کی قدردانی:

حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے یہاں نعمتوں کی بڑی قدر تھی، ہر چیز بہت احتیاط سے استعمال فرماتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن شیخ نے غسل کرنے کے لیے ایک نیا تولیہ نکالا، شیخ نے مجھ سے فرمایا: جانتا ہے کتنے سال سے یہ تولیہ استعمال کر رہا ہوں؟ پھر خود فرمایا: اس کو استعمال کرتے ہوئے پورے ۱۶ر سال ہو چکے ہیں۔ آپ اندازہ لگائیے کہ شیخ نے تولیہ کس طرح استعمال کیا ہوگا کہ ۱۶ر سال کے بعد بھی مجھے ایسا لگا کہ بالکل نیا تولیہ ہے۔ بہر حال، حضرت ناپ تول کر چیزوں کو استعمال فرماتے تھے۔ اور اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کرنے والے سے بڑے ناراض ہوتے تھے۔ ہر موسم کا پھل شیخ کے یہاں آتا تھا، لیکن اگر وہ سڑا ہوا ہے، تو شیخ فرماتے: بچہ! جتنا حصہ سڑا ہوا ہے اس کو کاٹ کر پھینک دے، لیکن اگر تھوڑا سا بھی حصہ قابلِ استعمال ہے تو اس کو نکال لے، اس کو پھینکنے کی گنجائش نہیں ہے۔ مکہ مکرمہ کے مالدار خاندان کے لوگوں کی شیخ تعریف کرتے تھے کہ اس خاندان کو اللہ تعالیٰ نے اتنا سارا مال و دولت دیا ہے، لیکن ان کے یہاں نعمت کی بڑی قدر ہے۔

ایاز! قدرِ خود بشناس:

اور شیخ اپنی ابتدا کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے، جیسے ایاز جو محمود غزنوی کا وزیر تھا، اس کے بارے میں مولانا علی میاں صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ وہ روزانہ دوپہر کے وقت محل کے ایک چھوٹے سے کمرے میں جاتا تھا اور تھوڑی دیر اندر رہ کر واپس آجاتا تھا، بڑی چہ می گوئیاں ہوتی تھیں کہ پتہ نہیں کونسا خزانہ وہاں لے جا کر چھپاتا ہے

جب محمود تک یہ بات پہنچی تو محمود نے تحقیق کی، اور معلوم ہونے پر فرمایا: بھائی ایاز! یہ کیا قصہ ہے؟ تو ایاز نے کہا: حضرت! میں نے اس کمرہ میں اپنا وہ لباس ٹانگ رکھا ہے جس لباس میں، میں آپ کے پاس پہلے دن غلامی کی حالت میں آیا تھا، پس میں روزانہ اس کمرہ میں جاتا ہوں، اس لباس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں اور کہتا ہوں: "ایاز! قدرِ خود بشناس" کہ آج میں اگر چہ وزیر ہوں لیکن میں اپنی ابتدا کو یاد کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ایاز! اپنے اس لباس کو دیکھ کر یاد کر کہ تو کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے تجھے کیا بنایا ہے؟ تاکہ میرے اندر غرور پیدا نہ ہو۔ اسی طرح حضرت شیخ بھی اپنی ابتدا کو یاد رکھتے تھے، چناں چہ شیخ کی ایک بات مجھے یاد ہے، میں مدرسہ کا ایک طالبِ علم تھا، اور مدرسہ کا کھانا کھاتا تھا شیخ کا کھانا اکثر و بیشتر مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم کے یہاں سے (کچے گھر سے) آتا تھا، کبھی دوسروں کے یہاں سے بھی آتا تھا اور کبھی کبھی شیخ کے باورچی خانہ میں ان کا خادم بھی بنایا کرتا تھا اور ہمیشہ اچھے اچھے کھانے آتے تھے، حضرت مولانا طلحہ صاحب کی اہلیہ محترمہ نے (اللہ ان کو بھی بہت جزائے خیر دے، وہ ان دنوں بیمار ہیں، دعا فرمائیں کہ اللہ ان کو صحت و عافیت عطا فرمائے) شیخ کی بڑی خدمت کی، شیخ کے لیے اچھے اچھے کھانے بنا کر بھیجتی تھیں، اور کبھی کبھی جمعہ کی شب میں یا جمعہ کے دن میں جو چھٹی کا دن ہوتا تھا، ایک طشتری میں اچھا پان بھی سجا کر بھیجتی تھیں اور شیخ اس کو بڑے اہتمام سے کھاتے اور فرماتے: یہ شاہی پان ہے۔ گویا ہم نے شیخ کو پان کھاتے بھی دیکھا ہے۔ شیخ مجھ سے کبھی کبھی فرماتے: طاہر! تو جو مدرسہ کی دال لیتا ہے (آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مظاہر میں آج بھی دوپہر کے کھانے میں دو نان اور برکتی دال ہوتی ہے) اس میں سے مجھے بھی کبھی کبھی تھوڑی کھلا دیا کر، مجھے اپنی طالبِ علمی کا زمانہ یاد آجاتا ہے۔ تو شیخ بڑے

مزے لے لے کر اس دال کو کھایا کرتے تھے۔ شیخ کی طبیعت میں عبدیت بہت زیادہ تھی اور حدیث کا جتنا علم حاصل کرتے تھے، اس پر عمل کا بھی اتنا ہی اہتمام فرماتے بڑے اہتمام سے حضور ﷺ کے ارشادات کو یاد رکھ کر، استحضار کے ساتھ عمل کرتے تھے۔

فإنه ولی حَرَّه وَعِلَاجه:

شیخ کا ایک دائمی معمول تھا کہ اگر خادم نے کوئی چیز پکائی ہے، چاہے تھوڑی سی پکائی ہو لیکن تھوڑا سا خادم کے لیے ضرور بچایا کرتے تھے، اور فرماتے کہ حدیث میں آپ ﷺ نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ جس آدمی نے آپ کے لیے پکایا ہے، اس نے آپ کے لیے آگ کی گرمی برداشت کی ہے، اس کو یا تو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لو، یا اس کے لیے تھوڑا سا بچا لو! مجھے یاد نہیں کہ کبھی ایسا ہوا ہو کہ شیخ نے خادم کی پکائی ہوئی چیز پوری کھا لی ہو، ہمیشہ خادم کے لیے ضرور بچاتے۔

أعطوا الأجير أجره:

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ حج سے واپس تشریف لا رہے تھے، میں لینے کے لیے دہلی گیا، ہم لوگ دہلی ایئرپورٹ سے دہلی اسٹیشن پہنچے، اور سیکنڈ کلاس میں ہمارا ٹکٹ تھا، میں اور شیخ، تیسرا کوئی نہیں۔ شیخ کے پاس سامان تھا اور بہت ساری کتابیں تھیں اس وقت وہیل والی بیگ بھی نہیں تھی، قلیوں کی بہت زیادہ ڈیمانڈ تھی، بیچارے ایک قلی نے دوڑتے بھاگتے ہانپتے، پسینے میں شرابور ہو کر جب ٹرین پر سامان پہنچایا، تو شیخ مجھ سے فرمانے لگے: طاہر! جلدی سے اس کو اس کی مزدوری دے دے! حدیث میں آتا ہے: "أعطوا الأجير أجره قبل أن يجف عرقه" (رواه ابن ماجه عن عبد الله بن عمر ﷺ)

(مزدور کا پسینہ سوکھنے سے پہلے اس کو مزدوری دے دو)

خیر جلیس فی الزمان کتاب:

کتابوں کی بات آئی، تو شیخ کو کتابوں سے کتنا لگاؤ تھا، یہ ایک مستقل عنوان ہے میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ اگر کوئی کتاب غلطی سے کبھی گر گئی، تو شیخ کی جان نکل جاتی، جیسے موبائل گرتا ہے تو ہماری جان نکل جاتی ہے۔ ہم لوگ تو کتابوں کو اپنی سہولت کے لیے الماریوں میں کھڑی رکھتے ہیں، تا کہ نکالنے میں آسانی رہے، مگر شیخ کی ادا نرالی تھی کہ وہ کتابوں کو کھڑی نہیں رکھتے تھے، آج بھی آپ جا کر شیخ کی کتابیں دیکھیں تو کوئی کتاب آپ کو کھڑی نہیں ملے گی، نیز شیخ ہمیشہ فرماتے تھے: کتاب کو ہمیشہ پٹ رکھو! آپ کو نکالنے میں ضرور دشواری ہوگی، لیکن اس طرح کتاب کی جلد محفوظ رہتی ہے اور کھڑی رکھنے سے کتاب کی جلد کمزور ہو جاتی ہے۔ کتابوں سے لگاؤ کے سلسلہ میں ایک اور بات بتاؤں کہ کتاب کی پہلی جلد جو سب سے اوپر ہوتی اس کے بارے میں فرماتے کہ اس کو الٹ کر رکھو! یعنی: اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر۔ چوں کہ شیخ کے کمرہ میں دھول بہت آتی تھی، چاروں طرف سے کھلا ہوا تھا، اس لیے شیخ کتاب کا اوپر کا حصہ الٹ کر رکھواتے تھے اور فرماتے کہ اوپر کا حصہ کتاب کا چہرہ ہے، چہرہ پر دھول نہیں لگنی چاہیے۔
متنبی کا شعر ہے ؎

أعز مكان في الدنى سرج سابح	وخير جليس في الزمان كتاب

(دنیا میں سب سے معزز جگہ تیز گام گھوڑے کی زین ہے، اور زمانہ میں بہترین ہم نشیں کتاب ہے، کتاب)

بہر حال، شیخ کی رحلت سے بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا، اب پتہ نہیں کہ یہ خلا پُر ہو گا یا نہیں اور اگر ہو گا تو کب ہو گا؟ اللہ تعالیٰ شیخ کو غریقِ رحمت فرمائے، شیخ کی وفات کے بعد امت کو فتنوں سے محفوظ رکھے، شیخ کے علوم و معارف سے ہمیں اور پوری امت کو فیض یاب فرمائے۔

واٰخر دعوانا أن الحمد للہ رب العٰلمین

پندرہویں صدی کے بخاری

طاہر سورتی

(مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ، سورت)

الحمد لله رب العلمين . و العاقبة للمتقين . و الصلوٰة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين . و على اٰله و أصحابه أجمعين . أما بعد! فقال الحافظ موسى بن هارون البغدادى : "خلق أبو داود فى الدنيا للحديث و فى الاٰخرة للجنة" (طبقات الشافعية: ٢/٢٩٣، تهذيب التهذيب: ٤/١٧٢، تهذيب ابن عساكر: ٦/٢٤٤) و قال إبراهيم الحربى : "أُلين لأبى داود الحديث كما أُلين لداود النبى -عليه السلام- الحديد." (البداية و النهاية: ١١/٥٥، طبقات الشافعية: ٢/ ٢٩٣، تذكرة الحفاظ: ٥٩١، تهذيب التهذيب: ٤/ ١٧٢، مختصر المنذرى ١/٥، معالم السنن ١/ ١٢ المنهج الأحمد ١/١٧٥)

حدیث ہی اوڑھنا بچھونا:

عزیز طلبہ! حافظ موسیٰ بن ہارون فرماتے ہیں: "خُلِقَ أَبُوْ دَاوٗدَ فِي الدُّنْيَا لِلْحَدِيْثِ وَفِيْ الْاٰخِرَةِ لِلْجَنَّةِ" (دنیا میں امام ابوداودؒ حدیث کے لیے پیدا کیے گئے تھے، اور آخرت میں جنت کے لیے) ایک اور جملہ ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے: "أُلين لأبى داود الحديث كما أُلين لداود النبى -عليه السلام- الحديد" (حضرت امام ابوداودؒ کے لیے حدیث کو ایسا نرم کر دیا گیا تھا جیسا کہ حضرت داود علیہ السلام کے لیے لوہا) یہ دونوں جملے اس زمانے میں، شیخ الحدیث، حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ پر پورے پورے صادق آتے ہیں، ان کا حدیث کے علاوہ کوئی

مشغلہ ہی نہیں تھا۔کبھی درس کے دوران وجد میں آجاتے تھے،اور مزے لے لے کر فرماتے تھے۔

ما آں چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم	الا حدیثِ یار کہ تکرار می کنیم

اور اردو کا ایک شعر پڑھتے تھے۔

جو لکھا پڑھا تھا حفیظؔ نے	اسے صاف دل سے بھلا دیا

بس حدیث کے علاوہ اور کچھ پتہ نہیں تھا،صبح اٹھنے سے لے کر رات کو سونے تک صرف حدیث ہی مشغلہ ہوتا،لوگ تو کوئی کتاب پڑھاتے ہیں تو صرف اس کتاب کی شروحات بھی پوری نہیں دیکھتے،شیخ کا یہ معاملہ تھا کہ جو پڑھا رہے ہیں،اس کے متعلق ایک نہیں،درجنوں شروحات اور صرف شروحات نہیں،اس کے متعلق رجال،پھر رجال کے لیے بے شمار کتابیں:(تہذیب التہذیب،تقریب التہذیب،سیر أعلام النبلاء، الاکمال،لسان المیزان وغیرہ)یہ ساری کتابیں دیکھتے،پھر غریب الحدیث کے متعلق کتابیں،ہر لفظ کو اس کی اصل سے نکال کرلاتے تھے،اصل لغت میں اس کا کیا مطلب ہے ہر چیز کی ہندی کی چندی۔مثلاً:''نصیحت''تو اصل لغت میں اس کے کیا معنیٰ ہیں؟ ہم تو کہتے ہیں کہ خیر خواہی،لیکن شیخ کہتے تھے کہ اصل لغتِ عرب میں اس کا مطلب ہے:''کسی چیز کو سینا''اور وہیں سے وہ اس کی وجہِ تسمیہ لاتے تھے،کہ نصیحت کے معنیٰ خیر خواہی کے کیوں ہوتے ہیں؟اب یہ ایسا سوال ہے جو کسی کے ذہن میں نہیں آتا۔

کیا مجال ہے کہ عجب پیدا ہو:

مزاج کے اندر اصلاح کا جذبہ تھا،جو خادم بن گیا،سمجھو اس کی تو شامت آگئی عام طور پر تو یہ ہوتا ہے کہ خادم کے حلوے پکوڑے ہو جاتے ہیں،لیکن یہاں جو خادم بنا

اس کی شامت آگئی، خادم کی قدم قدم پر اصلاح، قدم قدم پر ٹوکنا اور مزاج میں حدت تھی ہی، لیکن جب اصلاح کا پہلو بھی ساتھ میں آتا، تو کبھی کبھی مصنوعی حدت بھی ہو جاتی مصنوعی غصہ بھی کرتے اور اتنا زبردست کہ آدمی ہر وقت چوکنا رہے۔ ان کی زیادہ توجہ اوصافِ باطنہ پر ہوتی، ان پر اندرونی حالات فوراً منکشف ہو جاتے، چنانچہ اسے فوراً پکڑ لیتے، چنانچہ جب عبارت پڑھتے پڑھتے ذرا سا عُجب اور پندار والی بات پیدا ہو تو فوراً پتہ چل جاتا، فوراً ٹوکتے کہ ''اترا کر عبارت نہ پڑھ! عُجب اچھی چیز نہیں ہے۔'' اتنا سخت ڈانٹتے کہ اس کے بعد پھر انسان کے دل کے اندر اس جذبہ کے آنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی، ایسا ڈانٹتے کہ اس کے لیے ساتھیوں کے سامنے سر اٹھا کر چلنا مشکل ہو جائے، اس کو ایسا لگے کہ میں کچھ نہیں ہوں، تو کیا مجال ہے کہ اس کو عجب و کبر پیدا ہو۔

عبارت خوانی جوئے شیر لانا تھا:

میں نے آپ کو بتایا تھا کہ بخاری و مسلم کی مکمل عبارت میں نے اکیلے نے پڑھی الحمدللہ! اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے لوگوں نے جب عبارت پڑھنے کی کوشش کی تو اس میں اغلاط تھیں، میں نے جب پڑھی تو شیخ کو پسند آئی اور فرمانے لگے کہ اب تو عبارت یہی پڑھے گا، اس کے علاوہ کوئی نہیں پڑھے گا، اس لیے کہ صحیح عبارت پڑھنے والا آدمی برسہا برس کے بعد مجھے ملا ہے، اس لیے اب کوئی نہ پڑھے۔ اس سے پہلے جو عبارت پڑھنے والے لڑکے ہوتے تھے، ان کو میں غلطیاں بتاتے بتاتے تھک جاتا تھا اور اخیر میں سرنڈر (SURRENDER) ہو جاتا تھا کہ اب ان کو جیسے چاہے پڑھنے دو، اتنی ساری غلطیاں کون بتائے گا۔ اس لیے الحمدللہ! مجھے یاد ہے کہ بخاری و مسلم کی عبارت بالاستیعاب میں نے پڑھی، سوائے ابتدا کے دو تین دن کے، لیکن عبارت پڑھنا شیخ کے پاس! مجھے یاد

ہے کہ اکثر و بیشتر ایام ایسے گزرے ہیں کہ میں رو رہا ہوں، اور عبارت پڑھ رہا ہوں، شیخ ڈانٹتے جا رہے ہیں، میں روتا جا رہا ہوں اور عبارت پڑھتا جا رہا ہوں۔ پھر ڈانٹ کس چیز پر؟ الحمدللہ! اعراب کے اندر تو کوئی غلطی ہوتی نہیں تھی، حالاں کہ اعراب کے اندر بھی شیخ ذرا بھی بے توجہ نہ ہوتے تھے۔ مثلاً: میں نے پڑھا "محمدٌ وَالخمیسَ" تو فوراً پوچھا: کیوں "الخمیسَ"؟ میں نے کہا: مفعول معہ ہے، تو ہنسنے لگے اور فرمایا: چل! تجھے معلوم ہے اصل میں وہاں دونوں احتمال ہیں: "الخمیسِ" تو میں نے "الخمیسَ" پڑھا، تو پوچھا کہ یہ سمجھ کر پڑھ رہا ہے یا نہیں؟ پھر کبھی میں نے یہ سوچ کر کہ یہ حدیث تو پہلے آچکی ہے اب اس پر کلام کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس لیے اگلی حدیث شروع کردی، تو شیخ اس پر ناراض ہو گئے اور کہا کہ اس کا مطلب سمجھا! اس کے معنیٰ بتا! یہ لفظ تو پہلی مرتبہ آیا ہے پہلے نہیں آیا ہے، مجھے تو اس پر بولنا ہے اور تو آگے جا رہا ہے۔ اب آگے ایسا ہوا کہ اور کوئی مکرر حدیث آئی - بخاری میں مکررات بہت ہیں- تو اس پر اٹک گیا، تو شیخ کہنے لگے کہ کیا میرا منہ دیکھ رہا ہے، تجھے کیا چاہیے؟ اتنی لمبی تقریر وہاں کی تھی وہ تجھے کافی نہیں ہوئی؟ ایک لفظ نیا آگیا تو اس پر ٹھہرنا اور بولنا ضروری تھا۔

فنا فی البخاری:

بخاری شریف کا سبق ایسا ہوتا تھا کہ چوتھا گھنٹہ ساٹھ منٹ کا اور اس کے بعد ایک گھنٹہ مزید، یہ تو دو گھنٹے ہو گئے، پھر بقرہ عید کے بعد، مغرب کے بعد بھی بخاری کا درس شروع ہو جاتا اور وہ بھی ساڑھے چار گھنٹے، پانچ گھنٹے، ذرا بھی تھکن نہیں، ذرا بھی اکتاہٹ نہیں، یہاں تک کہ جب عشا کی نماز کا وقت ہوتا تو شیخ یوں کہتے کہ بھائی! دورہ والے اپنی جماعت کرلینا! ابھی سبق پڑھو! جمعرات کے دن سبق، جمعہ کے دن سبق پوری

بخاری مکمل تحقیق اور تفصیل کے ساتھ، کوئی لفظ بخاری کا ایسا نہیں جس کو شیخ نے تشنہ چھوڑا ہو اسی لیے حضرت شیخ نے اپنی حیات ہی میں ان کو شیخ الحدیث بنایا، وقت کا اتنا بڑا شیخ الحدیث اپنے شاگرد کو ایسے ہی اپنی جگہ نہیں بٹھا دیتا۔ ۳۲؍سال کی جوانی میں ان کو مسندِ مشیخت پر بٹھا دیا۔

تراجمِ بخاری کی خداداد فہم:

بخاری شریف کے اندر جو چیز سب سے مشکل ہے وہ ہے ترجمۃ الباب، مشہور ہے: "فقه البخاري في تراجمه" (امام بخاریؒ کے تفقہ کا اندازہ ان کے تراجمِ ابواب سے ہوتا ہے) اور تراجم کو سمجھنے کے لیے لوگوں نے بڑی محنتیں کی ہیں، شراح نے بہت زور لگایا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ مطلب ہوسکتا ہے، یہ مقصد ہوسکتا ہے۔ آپ حضرت شیخ الحدیثؒ کی "الأبواب والتراجم" دیکھیں، اس میں حضرت شیخ نے بعض مقامات پر مقصدِ ترجمہ کے باب میں شیخ یونس صاحبؒ کی رائے کو ذکر کیا ہے کہ اس سلسلہ میں شیخ یونس کی یہ رائے ہے، آپ اندازہ لگایئے کہ ایک استاذ اپنی کتاب میں شاگرد کی رائے لکھ رہا ہے اور تراجم ابواب کے سلسلہ میں شیخ کی اپنی جو آراء ہیں، ان کے بارے میں عرب علماء اور محققین کا یہ تأثر ہے کہ تراجمِ بخاری کو شیخ یونسؒ نے جو سمجھا ہے ایسا آج تک کسی شارح نے نہیں سمجھا ہے۔ آپ سوچیے! اس میں ابنِ حجر بھی آگئے، جن کی فتح الباری نمبر ایک پر ہے۔ اور ہم کو تو یاد ہے کہ درس کے دوران جب کسی حدیث کے مطالب کو بیان کرتے تھے تو فرماتے: حافظ نے یہ لکھا ہے عینی نے یہ لکھا ہے، قسطلانی نے یہ لکھا ہے، طیبی نے یہ لکھا ہے، یہ سارے اقوال زبانی بولتے چلے جاتے تھے، پھر پوری قوت سے فرماتے: اور میں یہ کہتا ہوں، وہ ایک خود اعتمادی ہوتی تھی، جو مزاولت اور تحقیق کے

نتیجہ میں شیخ کے اندر پیدا ہوتی تھی۔

قوتِ حافظہ:

حافظہ اللہ نے عجیب وغریب دیا تھا، جو محدث کی شایانِ شان ہے۔یعنی ایسا حافظہ جو ہم نے پہلے کے لوگوں کے بارے میں سنا ہے(ابن حجر کا حافظہ، ذہبی کا حافظہ اورقریب زمانے میں علامہ کشمیریؒ کا حافظہ) سند اور مصادر کے ساتھ روایات کو بیان کرتے (رواہ البخاری، رواہ احمد، رواہ الدیلمی وغیرہ) اور کتابوں اور مصنفین کے نام تو ایسے ایسے کہ زندگی میں کبھی سنے ہی نہیں، شیخ کا معمول یہ تھا کہ ہر چیز کو نام کے ساتھ بیان کرتے تھے۔ (بعض لوگ فرماتے ہیں یا بعض کتابوں میں یہ ہے، ایسا نہیں) پھر حدیث کا کیا درجہ ہے؟ اس کو بھی بیان کرتے۔

طرق حدیث پر گہری نظر:

ابھی سہارنپور میں مولانا ثوبان (مولانا سلمان صاحب کے صاحبزادے، جو حضرت شیخ الحدیث کے نواسے ہیں، بالکل نوعمر ہیں) واقعہ سنانے لگے کہ ایک مرتبہ مولانا زکریا صاحبؒ نے کوئی روایت بیان کی اور فرمانے لگے کہ یہ روایت اس سند سے ضعیف ہے، لیکن دوسرے طرق سے اس کی تائید ہوجاتی ہے، شیخ یونس صاحبؒ اسی وقت برجستہ بول پڑے کہ میں نے اس کے سارے طرق دیکھ لیے ہیں، کسی سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی، شیخ کو ان کے علم اور ان کی تحقیق پر اعتماد تھا۔

خواب میں صحابۂ کرام ؓ سے فہمِ حدیث:

بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا کہ کسی حدیث کے مطلب میں پریشان ہوتے، تو رات کو خواب میں کبھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہے ہیں، کبھی حضرت عائشہ ؓ کو دیکھ رہے ہیں، کبھی کسی صحابی کو دیکھ رہے ہیں، اور پوچھ رہے ہیں: ’’حدیث کے اس لفظ کا کیا مطلب ہے؟ یہ سمجھ میں نہیں آیا‘‘ تو ان کو بتایا جارہا ہے، یہ سب خود شیخ سے ہم نے سنا ہے اور شیخ خود بیان کرتے تھے۔

کتابوں سے عشق:

حضرت کو کتابوں سے بڑا عشق اور بڑا لگاؤ تھا۔ اس زمانے میں جب مظاہر علوم سہارنپور میں اختلاف ہوا، دو مدرسے ہو گئے، مظاہر علوم وقف الگ ہوا، مظاہر دارِ جدید الگ ہوا۔ تو اس وقت ایسا ہوا کہ شیخ جب مظاہر وقف چھوڑ کر دارِ جدید میں آئے، تو شیخ کی کتابیں سب وہیں مدرسہ قدیم میں رہ گئیں اور مدرسہ والوں نے شیخ کی کتابوں پر قبضہ کر لیا اور شیخ کے کمرے کو تالا لگا دیا (ہمارا وہ دورہ کا سال تھا، یعنی مدرسہ تو الگ ہو گیا تھا لیکن شیخ کی کتابیں اب تک نہیں آئی تھیں) اس زمانہ میں شیخ درس کے دوران رو دیتے تھے اور کہتے تھے: بچو! دعا کرو! میری کتابیں آجائیں اور۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ نے پھر وہ کتابیں بھیج دیں۔

کتاب کا چہرہ خراب نہ ہو:

کتابوں کا بہت ادب واحترام کرتے تھے، چنانچہ اگر خادم سے کتاب گر گئی، تو سمجھو کہ قیامت آگئی، فرماتے: کتاب کیسے گر گئی؟ اور ہر کتاب کے اوپر پلاسٹک چڑھا

ہوا ہوتا تھا (آج بھی کتابیں ایسی ہی پلاسٹک والی ہیں) اس وقت جب پلاسٹک کا زمانہ نہیں تھا تو شیخ کہتے تھے کہ اوپر والی کتاب کو الٹ کرر کھ دو، کیوں کہ اوپر والا حصہ کتاب کا چہرہ ہے اور چہرہ خراب نہ ہونا چاہیے۔

بہر تسکیں دل نے رکھ لی ہے غنیمت جان کر:

شیخ کو وہ خادم بہت پسند تھا جو شیخ کو فوراً کتاب نکال کر لا کر دے۔ الحمدللہ! ہمیں یہ سعادت حاصل ہوئی، مجھے ہفتہ دس دن لگے تھے، اور میں نے ساری کتابوں کا پتہ لگا لیا تھا کہ کون سی کتاب کہاں رکھی ہے اور ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ شیخ مغرب کے بعد مطالعہ کرر ہے تھے، مجھ سے فرمانے لگے کہ یہ جزئیہ امام نوویؒ کی کتاب میں تلاش کرنا ہے، شیخ نے مجھے کتاب دی، میں نے اس کو تلاش کیا اور شاید دس بارہ منٹ میں -الحمدللہ- وہ مسئلہ تلاش کر لیا اور ڈرتے ڈرتے شیخ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ شاید یہی مسئلہ ہے تو ایک دم شیخ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی، خوشی سے شیخ کا چہرہ دمکنے لگا، کہ یہی مسئلہ ہے! اتنے سالوں سے میں یہ مسئلہ تلاش کر رہا ہوں، مجھے نہیں مل رہا تھا، تو نے مجھے تلاش کر کے دے دیا، اور دوسرے دن سبق میں جب مسئلہ بیان کیا (سبق میں تقریباً ڈھائی سو طلبہ تھے) تو بیان کرنے کے بعد فرمانے لگے کہ بچو! یہ مسئلہ میں کئی سالوں سے تلاش کر رہا تھا، مجھے نہیں مل رہا تھا، طاہر نے مجھے چند منٹوں میں تلاش کر کے دے دیا۔

الغرض شیخ کو علم سے اور کتابوں سے بہت لگاؤ تھا۔

سردی میں مشلح پوشی:

سردی کے اندر مشلح پہن کر آتے تھے، بہت خوبصورت لگتے تھے، مشلح کے اندر

آپ کی ایک شان ہوتی تھی، اور سردی میں بھی عام دنوں جیسا ہی سبق ہوتا تھا، سردی کی وجہ سے کوئی رعایت نہیں ہوتی تھی۔

۱۰۰ ؍مرتبہ فتح الباری کا مطالعہ:

شیخ یحییٰ منیار جو ابھی مکہ مکرمہ سے آئے ہوئے ہیں، ان کے حوالے سے میں نے ایک بات سنی تھی کہ شیخ نے آپ سے فرمایا: میں نے ''عمدۃ القاری'' کا ۱۰۰ ؍مرتبہ بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے، میں نے شیخ یحییٰ سے تحقیق کی، تو کہنے لگے کہ عمدۃ القاری کے بارے میں نہیں، بلکہ ''فتح الباری'' کے بارے میں فرمایا تھا، عزیز طلبہ! ''فتح الباری'' کا سو مرتبہ بالاستیعاب مطالعہ کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے، جو حقیقی طالبِ علم ہوتا ہے اس کا یہی حال ہوتا ہے۔

عبث ہے جستجو بحرِ محبت کے کنارے کی
بس اس میں ڈوب مرنا ہی ہے اے دل! پار ہو جانا
ویراں ہے مے کدہ، خم وساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے
بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستورِ میخانہ
مکتبِ عشق کا دستور نرالا دیکھا
اس کو چھٹی نہ ملے جس کو سبق یاد رہے

شیخ کی زندگی ایک درس:

شیخ کی زندگی ایک درس ہے، ایک عبرت ہے، خاص طور سے آپ لوگوں کے لیے اس لیے کہ ابھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو جوانی دی ہے، مہلت دی ہے، فرصت دی ہے، صحت دی ہے، آپ اگر یہ طے کریں کہ ہم شیخ یونس بنیں گے، اور اس کے لیے ہمت و ارادہ کریں گے، تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کریں گے، جب شیخ یونس؛ شیخ یونس بن سکتے تھے تو آپ کیوں نہیں بن سکتے؟ نبوت کا دروازہ بند ہوا ہے، رسالت کا بند ہوا ہے، "فمن شاء فَلْيُكْثِرْ ومن شاء فَلْيُقِلَّ" ہماری درخواست یہ ہے کہ آپ خوب محنت کریں، اپنے اوقات کو صحیح استعمال کریں اور محنت کا رخ بھی صحیح ہو، ہر چیز کو تحقیق سے لیں، کوئی بھی لفظ چل چلاؤ نہ لیں بخاری شریف کا جو آخری باب ہے، اس کے حاشیہ میں محدث سہارنپوریؒ نے ایک بات ایک شارح کی طرف منسوب کی ہے اب ہم تو اس کو پڑھ لیں، یہی بڑی بات ہے، اور اگر پڑھ بھی لیں گے تو اسے سچا سمجھ کر بیان کر دیں گے، مگر شیخ نے کھروڈ میں ختم بخاری کے درس میں چار سال پہلے یہ فرمایا تھا کہ میں نے اس کی جستجو کی کہ محدثِ سہارنپوری نے یہ بات جو علامہ............ کی طرف منسوب کی ہے تو انہوں نے اسے کہاں لکھا ہے؟ میں نے اسے بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہ ملی، تو پتہ چلا کہ ایک کتاب کے اندر جہاں ان کی بات مکمل ہو جاتی ہے، وہاں انہوں نے "انتہیٰ" نہیں لکھا، بلکہ مسلسل لکھتے رہے، جس کی وجہ سے دوسری بات بھی ان کی طرف غلط منسوب ہو گئی، بہر حال شیخ نے ان کی گرفت کی، اور معلوم کر لیا کہ محدثِ سہارنپوری سے یہ غلطی کس طرح ہوئی؟ یہ ہے اصل طالب علمی---

و اٰخر دعوانا أن الحمد لله رب العٰلمين.

کچھ یادیں کچھ باتیں

طاہر سورتی

(مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ، سورت)

مؤرخہ ۱۹؍ شوال المکرم ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۴؍ جولائی ۲۰۱۷ء بروزِ جمعہ

بمقام: چوڑ گر مسجد، سوداگر واڑ، سورت، جمعہ سے قبل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والعاقبة للمتقین، والصلوة والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین وعلی اٰله وصحبه أجمعین، أما بعد! فعن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: نضر اللہ عبدا سمع مقالتي فوعها ثم بلّغها عنی فرب حامل فقه غیر فقیه ورب حامل فقه إلي من هو أفقه منه. (رواہ ابن ماجه) وعن أنس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "منهومان لا یشبعان: منهوم فی علم لا یشبع و منهوم فی دنیا لا یشبع." (رواہ الحاکم فی المستدرک و قال هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ ولم أجد له علةً)

علماءِ کرام، مہمانانِ عظام!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تر و تازہ اور خوشحال رکھے اس انسان کو، جو میری بات سنے اس کو یاد کرلے اور دوسرے لوگوں تک پہنچا دے، کیوں کہ بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جو آدمی حدیث پہنچاتا ہے، وہ خود بالکلیہ اسے نہیں سمجھتا اور بہت سی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی جس شخص کو حدیث پہنچاتا ہے

وہ اس پہنچانے والے سے زیادہ سمجھ دار ہوتا ہے اور اس پہنچانے والے سے زیادہ اس حدیث سے فائدہ اٹھانے والا ہوتا ہے۔اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: دو حریص ایسے ہیں، جو کبھی سیر نہیں ہوتے (۱) علم کا حریص علم سے سیر نہیں ہوتا (۲) دنیا کا حریص دنیا سے سیر نہیں ہوتا۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس:

اس وقت ہم پر اور تقریباً امت کے اکثر افراد پر ایک صدمہ کا اثر ہے اور وہ شیخ الحدیث امیر المؤمنین فی الحدیث فی ہذا العصر (اس زمانے کے اندر جن کو اللہ تعالیٰ نے حدیث کے اندر تمام مسلمانوں کے امیر ہونے کا درجہ عطا فرمایا تھا) ہمارے استاذ مولانا محمد یونس صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کا صدمہ ہے، حضرت کا تین دن پہلے سہارنپور میں انتقال ہوا، ۸۰ رسال کی عمر تھی، حضرت کئی سالوں سے بیمار چل رہے تھے اور دو سال پہلے تو ایسی حالت ہوگئی تھی کہ تقریباً ہر آدمی امید چھوڑ چکا تھا، کڈنیاں بالکل فیل ہو چکی تھیں اور مستقل ڈایالسس پر ان کو رکھا گیا تھا، کئی دنوں تک مدینہ منورہ کے ہسپتال میں زیر علاج رہے، پھر وہاں سے طبیعت قابو میں آئی تو یہاں بمبئی کے "ملت" ہسپتال میں رکھا گیا تھا، اس وقت بالکل یہ امید ختم ہوگئی تھی کہ اب شیخ دنیا میں زیادہ دن رہیں گے، لیکن یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نئی زندگی شیخ کو عطا فرمائی اور دو سال مزید زندہ رہ کر اس دنیا سے تشریف لے گئے لیکن اس کے باوجود یہ بات دل ودماغ سے ہٹتی نہیں ہے اور ہر وقت یہی خیال آتا رہتا ہے کہ شیخ چلے گئے، شیخ چلے گئے، اور یہ کسی ایک آدمی کا تأثر نہیں ہے تقریباً ہر آدمی کی یہ کیفیت ہے کسی کو کم، تو کسی کو زیادہ، جو زیادہ

واقف تھا اس پر زیادہ اثر ہے، جو کم واقف تھا اس پر کم اثر ہے۔ لیکن کم وبیش امت کا ہر فرد اس صدمہ سے دوچار ہے، متأثر ہے اور یہ قیامت کے قریب آنے کی نشانی ہے۔

قربِ قیامت میں علم اٹھالیا جائے گا:

بخاری شریف میں روایت موجود ہے کہ قیامت کے قریب دنیا سے علم اٹھ جائے گا اب سوال پیدا ہوا کہ علم کیسے اٹھ جائے گا؟ کیا ایسا ہوگا کہ لوگ رات کو سوئیں گے، صبح اٹھیں گے اور دنیا سے ساری کتابیں غائب ہو چکی ہوں گی؟ نہیں، نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعاً يَنْتَزِعُهُ مِنَ النَّاسِ، وَلٰكِنْ يَرْفَعُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ" (رواہ البخاری ومسلم وغیرھما واللفظ لمسلم) (اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے ایک دم نہیں اٹھائیں گے، بلکہ یکے بعد دیگرے علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھالیں گے) نیز اب ہم لوگوں کے لیے بہت زیادہ ڈرنے کا موقع ہے، بہت ہی زیادہ سنبھلنے کی ضرورت ہے اور بہت ہی زیادہ فکر کرنے کی ضرورت ہے، اس لیے کہ اہل اللہ دنیا میں ہم لوگوں کے لیے فتنوں سے حفاظت کے لیے ایک دیوار اور آڑ ہوا کرتے ہیں اور اہل اللہ کا وجود امت کے لیے حفاظت ہوا کرتا ہے، یہ اصحابِ خدمت ہوتے ہیں، اب یہ تو دوسرے لوگ طے کریں گے کہ قطب کون ہوتا ہے؟ ابدال کون ہوتا ہے؟ لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے استاذِ محترم حضرت شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب جونپوریؒ روحانیت کے ایک بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ ہمارا یہ رتبہ نہیں ہے کہ ہم اس مقام کا نام دیں کہ قطب تھے، یا ابدال تھے، یہ تو اس لائن کے جو لوگ ہوتے ہیں وہی جانیں گے، لیکن اتنا ہمیں پتہ ہے کہ روحانیت کے ایک بہت اعلیٰ مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان کو فائز فرما دیا تھا۔

کچھ یادیں کچھ باتیں:

میں شیخ کی کچھ باتیں آپ کو سناتا ہوں: ۱۹۹۲ء میں، میں شیخ کے پاس ایک سال رہا الحمدللہ! اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے میرا یہاں افتاء پورا ہو رہا تھا، تو آئندہ سال کا مشورہ کرنے کے لیے حضرت کے پاس گیا اور میں نے اپنا یہ شوق بتایا کہ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں جا کر دو سال عربی ادب کا کورس کرلوں، تو حضرت مفتی صاحب نے مجھے منع فرمادیا اور فرمایا کہ تم پہلے شیخ یونس صاحب کے پاس جا کر بخاری اور مسلم پڑھ لو، بس! الحمدللہ حضرت کا یہ حکم ہمارے لیے کافی تھا، سب ارادے موقوف کردیے، وہاں جانا طے کردیا وہاں چلے گئے اور شیخ کے پاس جا کر اولاً سلام کیا اور اپنا ارادہ بتایا، تو شیخ نے فرمایا کہ بخاری اور مسلم تو پڑھنی ہی ہے، لیکن باقاعدہ داخلہ لے لو! ورنہ تمہارا وقت ضائع ہوگا، پورا دورہ واپس سے پڑھ لو، اب میں تو گیا تھا صرف دو کتابیں پڑھنے، لیکن شیخ نے کہا کہ پورا دورہ واپس سے پڑھ لو، ورنہ تمہارا وقت ضائع ہوگا الحمدللہ! فوراً اس پر بھی عمل کیا باقاعدہ داخلہ لے کر وہاں شیخ کے پاس رہتا تھا، شیخ کے چھوٹے موٹے کام کرنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی، شیخ کی دعائیں بھی ملتی تھیں، ڈانٹ بھی سنتے تھے، شیخ کے ہاتھ کی مار کھانے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔

شیخ کے یہاں اپنا ایک دربار چلتا تھا، ان کی ایک بالکل الگ شان تھی، بزرگوں کے رنگ الگ الگ ہوتے ہیں، وہاں بھی الگ رنگ تھا۔ ایک صاحب آئے کہ میری دادی بہت بیمار ہے، آپ دعا کردیجیے کہ اچھی ہوجائے، کہنے لگے کہ ارے اب کیا اس کو اچھی کرے گا اس کو بھیج دے اب دنیا سے، بہت رہ لیا اس نے۔ ایک صاحب کہنے لگے

کہ میری چچی حج کے لیے گئی ہوئی ہیں، تو ان کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو عافیت کے ساتھ لے جائے اور عافیت کے ساتھ لے آئے، تو کہا کہ ارے دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس بوڑھی کو وہیں رکھ لے۔ یہ ان کی اپنی ایک شان تھی۔

حضرت شیخ دل لگی بھی بہت کرتے تھے، مذاق بھی بہت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہاں شیخ کے پلنگ کے اوپر کالی چادر تھی یا ڈارک رنگ کی چادر تھی اور اس کی وجہ سے مچھر آرہے تھے، تو میں نے کہا کہ حضرت! یہ جو ڈارک رنگ ہوتا ہے اس پر مچھر بہت آتے ہیں، تو کہنے لگے کہ پھر تو آپ کو مچھر بہت پریشان کرتے ہوں گے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کا انتقال:

تو میں یہ سنانے جا رہا تھا کہ ۱۹۹۲ء کا سال ہے، میں سہارنپور میں موجود ہوں اور اسی زمانے میں حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحبؒ کا انتقال ہوا، جو حضرت تھانویؒ کے بہت بڑے خلیفہ تھے، الحمدللہ! ہم کو ان کے جنازہ کی نماز پڑھنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی، اس میں بہت بڑا مجمع تھا، تو شیخ کی طبیعت پر بھی اس کا بہت اثر تھا اور شیخ فرمانے لگے کہ بچو! اب تو دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ فتنوں سے اس امت کی حفاظت کرے۔ پھر ہوا یہ کہ ان کے انتقال کے چند ہی دنوں کے بعد بابری مسجد شہید ہوئی، اور اس کی شہادت کے بعد پورے ملک میں جو فسادات کی آگ لگی وہ سب جانتے ہیں، تو شیخ نے فرمایا کہ بچو دیکھو! وہ اللہ والے چلے گئے اس کی یہ نحوست ہے کہ اب یہ امت فتنوں کی لپیٹ میں آگئی، اس لیے میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اب ہم لوگوں کو بہت ہی زیادہ فکرمند ہوجانے کی ضرورت ہے اپنے آپ کو سنبھالنے کی ضرورت ہے، ایک آدمی ہوتا ہے جو پوری امت کے لیے حفاظت کا ذریعہ ہوتا ہے۔

ایک نظر ڈال کے دنیا ہی بدل دیتے تھے:

حضرت شیخ کے یہاں گناہ کا تصور ہی نہیں تھا، یعنی: گناہ کیا ہوتا ہے؟ گناہ کس کو کہتے ہیں؟ وہ ان کو معلوم ہی نہیں، عجیب وغریب! ہمیں تو پورا ایک سال (شوال سے شوال تک) وہاں رہنے کی نوبت آئی، خلوت میں بہت سے ایسے مواقع پیش آئے، جب میں اور شیخ ہوتے تھے اور دوسرا کوئی نہیں، لیکن کبھی کسی گناہ کا کوئی تصور، کوئی ارادہ اور کوئی وسوسہ آیا ہی نہیں، میں مسجد میں بیٹھ کر اپنا پرسنل (PERSONAL) تجربہ بتا رہا ہوں کہ ایک سال کے دوران خود مجھے کبھی کسی گناہ کا وسوسہ نہیں آیا، ہمیشہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دنیا کے اندر کچھ ہے ہی نہیں، صرف پڑھنا پڑھانا، ذکر تسبیح، نماز وغیرہ، آپ اندازہ لگائیے کہ جب میرا یہ حال تھا تو شیخ کے دل کی کیا کیفیت ہوگی؟

پنجاب کے سفر میں ختمِ قرآن:

ایک مرتبہ شیخ کو لے کر علاج کے سلسلہ میں پنجاب گیا، آج سے ۲۵ ر سال پہلے کی بات سنا رہا ہوں، تو سیکنڈ کلاس بھی نہیں، بلکہ جنرل ڈبے میں ہم سہارنپور سے پنجاب گئے جنرل ٹکٹ لے کر بیٹھے، اور الحمد للہ بیٹھنے کی جگہ مل گئی، سفر شروع ہوتے ہی شیخ فرمانے لگے کہ بس! اب تو بیٹھ کر تلاوت کرتا رہ! مجھے مسلسل تلاوت میں مشغول کر دیا، اور میں سمجھتا ہوں کہ پورے سفر میں آنے جانے کے دوران، میں نے ایک سے ڈیڑھ قرآن ختم کیا، سہارنپور میں رہنے کے دوران بھی جتنی دیر اپنا سبق کا کام ہے وہاں تک تو ٹھیک ہے، مگر بقیہ اوقات میں شیخ کہتے: اپنا وقت ضائع مت کرو! قرآن زیادہ پڑھو! کوئی بھی ملنے والا آتا، اس سے پوچھتے: حافظ ہو؟ اگر وہ کہتا کہ حافظ ہوں، تو فرماتے: کم سے کم ایک پارہ نماز کے اندر

تلاوت کرو! اور جو خاص تلامذہ ہوتے ان سے کہتے کہ میرے مرنے کے بعد مجھے بھول مت جانا! روزانہ نماز کے اندر تلاوت کر کے اس کا ثواب مجھے پہنچانا۔ مجھے بھی خاص طور سے یہ وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد بھول مت جانا، روزانہ قرآن کا کچھ نہ کچھ حصہ نماز میں تلاوت کر کے اس کا ثواب مجھے پہنچانا۔

میری تفریح کتابوں میں:

حضرت شیخ علیہ الرحمہ دنیا سے تشریف لے گئے، حدیث سے ان کو ایسا عشق تھا کہ پورا دن چوبیس گھنٹے (جو تھوڑا وقت آرام کرنے اور کھانے وغیرہ میں گزرتا اس کے علاوہ) کتابوں کے مطالعے کے علاوہ کوئی کام نہیں تھا۔ کمرے سے باہر ہی نہیں نکلتے تھے، اور کبھی کبھی یہ فرماتے تھے کہ لوگ آکر مجھے یہ کہتے ہیں کہ آپ تھوڑی دیر تفریح بھی کرلیا کیجیے، تو بچو! میری تفریح بھی کتابوں میں ہی ہوجاتی ہے، جب ایک کتاب پڑھتے پڑھتے دل بھر جاتا ہے، تو دوسری کتاب شروع کردیتا ہوں، اسی میں میری تفریح ہوجاتی ہے۔

حدیث میں درک و گہرائی:

کتب حدیث پر ایسی گہری نظر تھی کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ جیسا انسان، اتنا بڑا محقق اور اتنا بڑا محدث کہ جن کو ان کے میمری پاور (memory power) ہی کی وجہ سے "ابن حجر" کہا جاتا ہے (پتھر کا بیٹا) یعنی ان کا حافظہ تھا کہ پتھر تھا لوگوں کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے، اور ایسا انسان کہ جس کی فتح الباری کو آج تک بخاری شریف کی ساری شروحات میں اولین درجہ حاصل ہے، ایسے انسان کا بھی حضرت شیخ نے تعاقب کیا ہے آپ خود اندازہ لگائیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسا علم عطا فرمایا تھا، چنانچہ قطر کی حکومت نے آج سے تقریباً ۶ر

سال پہلے دعوت دی تھی، اور وہاں جب اس نے شیخ کے لیے مجلس منعقد کی، تو وہاں کے بڑے بڑے علماء کی موجودگی میں شیخ نے درس دیا، اس درس میں زبانی (سامنے کوئی نوٹ نہیں، کوئی ڈائری نہیں، کوئی یادداشت نہیں) ایک یا ڈیڑھ گھنٹے میں ابن حجر کی ۱۷/ یا ۱۸/ غلطیوں کی نشاندہی کی، تو وہاں کے شیوخ عش عش کرتے رہ گئے۔

حضرت شیخ کے کتب خانہ میں امتیازی شان:

حضرت شیخ زکریاؒ کے کتب خانہ میں حدیث کی بڑی قیمتی کتابیں تھیں، اس میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی، ہاتھ لگانے کی بات تو بہت دور ہے، مگر ایک واحد انسان اس سے مستثنیٰ تھا اور وہ تھے مولانا یونس صاحبؒ۔ شیخ کو نہ صرف یہ کہ کتابیں پڑھنے کی اجازت تھی، بلکہ اس میں نوٹس لگانے کی بھی اجازت تھی، چناں چہ آج بھی آپ دیکھ سکتے ہیں کہ حضرت کے یہاں دارالتصنیف میں جو حضرت کی ذاتی کتابیں رکھی ہوئی ہیں، ان میں شیخ یونس صاحب کے ہاتھ کے نوٹس لکھے ہوئے ہیں۔ شیخ سبق کے دوران فرماتے تھے کہ میں حاشیہ لگاتا تھا اور جب نیچے نام لکھنے کا نمبر آتا، تو لکھتا تھا "محمدی" (حضور ﷺ کی طرف نسبت کرتے ہوئے)

وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے:

ہم نے دیکھا کہ شیخ کے اوپر سحر کا اثر تھا، میں نے جو ابھی پنجاب کے سفر کا تذکرہ کیا وہ سفر اس (سحر) کے علاج کے سلسلہ ہی میں تھا، وہاں جب عامل کے پاس جا کر شیخ بیٹھے ہیں، تو اس نے شیخ سے سب سے پہلے یہ پوچھا کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ تو شیخ نے کہا کہ میں تو حدیث پڑھتا اور پڑھاتا ہوں، ذکر کرتا ہوں، قرآن پڑھتا ہوں، تسبیح پڑھتا ہوں، تو وہ

عامل کہنے لگا کہ اسی وجہ سے آپ بچے ہوئے ہیں، ورنہ میں دیکھ رہا ہوں کہ پوری جنات کی ایک فوج آپ کے اوپر لگادی گئی ہے کہ اس فوج کے ہوتے ہوئے آدمی کا ایک سیکنڈ بھی زندہ رہنا مشکل ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حدیث اور قرآن کی برکت سے بچا رکھا ہے ورنہ آپ کو تو کب سے دنیا سے چلے جانا چاہیے۔بعض مرتبہ ایسی حالت ہوتی کہ شیخ پوری رات میں مشکل سے آدھا گھنٹہ سوتے تھے، وہ بھی ایک ساتھ نہیں ،متفرق طور پر، مجموعی طور پر شاید آدھا پونا گھنٹہ سوتے تھے، ہم تو یہ سوچتے تھے کہ جو پوری رات نہ سویا ہو وہ صحیح بخاری شریف کیسے پڑھائے گا؟ لیکن حضرت کو حدیث شریف سے ایسا عشق اور ولولہ تھا کہ جب سبق کا وقت ہوتا تھا تو شیخ ایسے فریش اور ہشاش بشاش ہوکر سبق پڑھاتے کہ ایک جمائی بھی نہیں آتی اور پورے نشاط کے ساتھ بیٹھ کر سبق پڑھاتے، اور ہر آدمی کا یہ تجربہ ہے کہ بخاری شریف کے سبق کے وقت شیخ کی ہر بیماری بھاگ جاتی تھی اور ان کی ہر کمزوری دور ہو جاتی تھی۔

ان کے دیکھے سے جو آتی ہے منہ پر رونق	وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

ایصالِ ثواب کی درخواست:

آج امت ایسے محدث سے محروم ہو چکی ہے، یہ بہت بڑا نقصان ہے، ہم لوگوں کی ذمہ داری ہے اور ہمارا دینی فریضہ ہے کہ ہم اپنی اپنی بساط کے مطابق ان کے لیے دعاؤں کا اہتمام کریں، دعاءِ مغفرت کریں، قرآن پڑھ کر، تسبیح پڑھ کر، نوافل پڑھ کر، صدقہ خیرات کر کے ایصالِ ثواب کریں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو اس کا اہتمام کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کا مخصوص بندہ بن جائے گا، یہ میرا وعدہ ہے اور مجھے اللہ سے قوی امید ہے کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ شیخ کے لیے دعا کرے گا، ایصالِ ثواب کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کا مخصوص بندہ بن

جائے گا، اس لیے اپنے طور پر اس کا اہتمام کریں۔

احمق ہی متکبر ہوتا ہے:

اصلاح کا کوئی موقع شیخ اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے، شیخ کے درس میں بخاری شریف کی عبارت پڑھنا، یقیناً ایک بہت بڑا اعزاز تھا، پھر اگر شیخ کی طرف سے یہ حکم صادر ہو گیا ہو کہ اس کے علاوہ کوئی اور عبارت نہیں پڑھے گا، کیونکہ یہ صحیح بھی پڑھتا ہے سلیس بھی پڑھتا ہے اور تیز بھی پڑھتا ہے، ایسے طالبِ علم کے دل میں عجب وغرور، کبر و پندار کا پیدا ہو جانا، کچھ بعید نہیں اسی لیے شیخ دورانِ درس میری بہت اصلاح فرماتے تھے ایسے ایسے جملے بولتے تھے کہ رو رو کر میری حالت بری ہو جاتی تھی، لیکن شیخ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی تھی، شیخ مسلسل بولتے چلے جاتے تھے اور دورہ کے ۲۵۰ ر طلبہ مجھ پر ترس کھاتے تھے، بس میں روئے جاتا تھا اور عبارت پڑھتا جاتا تھا، کبھی کبھی شیخ فرماتے: تیرے اندر کبر ہے، کبر، اس شخص میں ہوتا ہے جو احمق ہوتا ہے اور اس کی بڑی عجیب و غریب عقلی وجہ بیان فرماتے کہ کوئی انسان کمی کوتاہی سے خالی نہیں اور متکبر اپنے آپ کو سب سے اونچا سمجھتا ہے۔ اس لیے اس کا یہ زعم خالص حماقت ہے۔

احادیث کا بامحاورہ ترجمہ:

شیخ احادیث کا لفظی ترجمہ کرنے کے بجائے بامحاورہ ترجمہ فرماتے تھے، چناں چہ جب روایت آئی کہ ایک مرتبہ آں حضور ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر پہنچے، داماد موجود نہیں تھے، بیٹی سے پوچھا کہ علی کہاں ہیں؟ عرض کیا کہ ناراض ہو کر کہیں چلے گئے ہیں، حضور ﷺ اپنے داماد کو تلاش کرنے نکلے، دیکھا کہ مسجد میں لیٹے ہوئے ہیں، اور مٹی بدن کو لگ رہی

ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: قُمْ یَا اَبَا تُرَاب! شیخ نے ایک مخصوص لہجہ میں اس جملہ کا یہ ترجمہ کیا جو آں حضور ﷺ کی شایانِ شان تھا: ''او مٹی والے صاحب اٹھو!''

حضرت شیخ کا ادراک:

شیخ کو ادراک بہت تیزی سے ہوتا تھا، اور اس کا کئی مرتبہ مشاہدہ کیا، مثلاً: طلبہ شیخ کا بدن دبایا کرتے تھے، شیخ ایک دم سے کسی سے کہہ دیا کرتے تھے کہ بس کر! پتہ چلتا تھا کہ اس کے دل میں یہ خیال آ گیا تھا کہ بہت دیر ہو گئی اور کتنا دباؤں؟ اور یہ ایسی چیز ہے جس میں کبھی تخلف نہیں ہوا، یعنی جب بھی کسی بدن دبانے والے کے دل میں یہ خیال آیا، تو شیخ نے فوراً اسے کہہ دیا: بس کر! اب جا۔ اور کبھی کبھی شیخ صراحۃً بھی فرما دیتے تھے کہ تو یہ سوچ رہا ہے کہ اور کتنا دباؤں؟ اور اس کے پاس اقرار کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہوتا۔۔۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العلمين.

بخاریِ زماں

طاہر سورتی

(استاذِ حدیث مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ، سورت)

صوفی باغ، دورۂ حدیث کے طلبہ سے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، والصلوة والسلام علي سيد الانبياء والمرسلين، سيدنا ومولانا محمد وعلى اله وأصحابه أجمعين، أما بعد! فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم: "وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل الله عليک عظيما" صدق الله العظيم.

آیۃ من آیات اللہ:

عزیزانِ گرامی قدر!

ابھی ایک حادثہ بالکل تازہ تازہ پیش آیا ہے، جس سے نہ صرف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور متأثر ہوا، بلکہ پورا عالمِ اسلام اس صدمہ کی ٹیس کو اب تک اپنے دلوں میں محسوس کر رہا ہے، اور وہ شیخ الحدیث، امیر المؤمنین فی الحدیث، استاذ نا حضرت مولانا یونس بن شبیر جونپوری - رحمہ اللہ تعالیٰ ونور مرقدہ وبرد مضجعہ - کے انتقال پر ملال کا واقعہ ہے، حضرت شیخ کے انتقال کو ہندوستان کی تاریخ میں، بلکہ اسلامی تاریخ میں ایک عظیم الشان الم ناک حادثہ کی شکل میں یاد کیا جاتا رہے گا اس سے پہلے بہت ساری شخصیات کے بارے میں، ان کے انتقال کے

بعد تأثرات پیش کرنے والوں نے یہ تأثرات پیش کیے کہ وہ "اٰیَةٌ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ" (اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نشانیوں میں سے ایک نشانی) تھے، یہ جملہ بھی ہمارے حضرت شیخ الحدیثؒ پر پورا پورا صادق آتا ہے۔

فنا فی الحدیث کا مقام:

اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں ہماری نظر میں حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری رحمہ اللہ کو "فنا فی الحدیث" کا مقام عطا فرمایا تھا، انہوں نے اپنے آپ کو حدیث کے لیے بالکل وقف کر دیا تھا حدیث کو حاصل کرنے کے لیے وہ ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار تھے، اس وقت نہ ان کو کھانا یاد رہتا تھا، نہ سونا نہ آرام، نہ کپڑے نہ کوئی اور کام۔ سبق کے دوران کبھی کبھی شیخ سناتے تھے کہ جب کبھی میں اپنی کتابوں کی صفائی میں لگتا تھا، تو اس وقت میری یہ حالت ہوتی تھی کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ یہ مدرسہ کا کوئی نوکر ہے جو صفائی کے کام میں لگا ہوا ہے۔ اسی طرح جب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جاتے تھے اور کتابوں کی خریدی کے پیچھے پڑتے تھے تو کئی گھنٹے نکل جاتے تھے، کھانے کا وقت بھی نکل جاتا۔ فرماتے تھے کہ باہر نکلتا تو دیکھتا کہ کوئی ککڑی بیچنے والا جا رہا ہے، تو اس کے پاس سے دو تین ککڑی لے کر، کسی کونہ میں کھڑے رہ کر کھا لیتا تھا اور جب تھوڑا سا سکون ہوتا تو پھر سے کتابوں کو خریدنے میں لگ جاتا تھا۔ اور وہاں کے کتب خانہ والے جب دیکھتے تھے کہ میں آ گیا ہوں تو بہت خوش ہوتے تھے، اس لیے کہ وہ سوچتے تھے کہ یہ بہت ساری کتابیں خریدے گا ہمارا بہت بڑا گاہک آیا ہے اور ایسا نہیں کہ کتابوں کو فقط خرید کر رکھ لیتے تھے، بلکہ ان کتابوں کا باقاعدہ مطالعہ فرماتے تھے، ایک ایک لفظ کو گہرائی اور باریکی سے دیکھتے تھے، اس کی تحقیق کرتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی جانشینی:

اور یہ ایک شاگرد کے لیے بڑی عزت اور افتخار کی چیز ہے کہ استاذ اپنی حیات میں اپنی زندگی میں، اپنی موجودگی میں، اپنی نگاہوں کے سامنے اپنے شاگرد کو مسندِ مشیخت پر جلوہ افروز کرائے، ہم نے سنا کہ جب شیخ الحدیثؒ ۱۳۸۸ھ میں نزولِ آب کی وجہ سے پڑھانے سے معذور ہو گئے، تو حضرت شیخ نے بخاری شریف پڑھانے کا سلسلہ موقوف کر دیا اور خود شیخ الحدیث مولانا یونس صاحبؒ کو دو سال کے لیے عارضی طور پر شیخ الحدیث بنایا حضرت پہلے جانچنا اور دیکھنا چاہتے تھے کہ یہ کیسا پڑھاتے ہیں؟ چنانچہ ۱۳۸۸ھ سے لے کر ۱۳۹۰ھ تک حضرت شیخ نے بخاری شریف کا درس دیا اور پھر جب دو سال کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ کو اطمینان ہو گیا تو باقاعدہ ۱۳۹۰ھ میں مولانا یونس صاحبؒ کو شیخ الحدیث بنا دیا۔

امام بخاریؒ سے عشق:

حضرت شیخ، امام بخاریؒ کے عاشقِ زار اور فریفتہ تھے۔ اور اکثر سبق میں جب وجد میں آجاتے، تو فرمایا کرتے (ہم نے خود سنا) کہ اگر آج امام بخاریؒ آجائیں تو ہم ان کے دامن سے لپٹ جائیں اور ان سے کہیں کہ ہمیں اپنا مرید بنالیں، ہمیں اپنا شاگرد بنالیں۔ اور یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جب بھی امام بخاریؒ کا نام اپنی زبان سے لیتے تھے، تو فرماتے تھے" بخاری رضی اللہ عنہ"، "رحمۃ اللہ علیہ" نہیں کہتے تھے، یہ امام بخاریؒ کے ساتھ آپ کی فریفتگی کا حال ہے۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ:

بہر حال شیخ اپنے پیچھے ایک مثال چھوڑ کر گئے ہیں کہ طالبِ علم کیسا ہوتا ہے؟ علم

کیسے حاصل کرنا چاہیے؟ آپ پڑھیے "الیواقیت الغالیہ": حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کے متعلق جو سوالات کیے گئے اور حضرت نے ان کے جو جوابات دیے، ان کو مولانا ایوب سورتی صاحب نے اس کتاب میں جمع کیا ہے، اس کے مقدمہ میں حضرت شیخ کے خودنوشت حالات ہیں اس میں لکھا ہے کہ میں جب سہارنپور پڑھنے کے لیے آیا تو میری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تھی، میں بہت زیادہ بیمار رہا کرتا تھا، تو وہاں کے اساتذہ کہتے کہ آپ یہاں نہ رہو وطن چلے جاؤ، یہاں رہو گے تو بیمار رہو گے اور طبیعت ٹھیک نہیں رہے گی، یہاں تک کہ حضرت شیخ الحدیثؒ تک یہ بات پہنچی تو حضرت نے فرمایا کہ تمہارے لیے یہاں رہنا مناسب نہیں ہے، تم اپنے وطن چلے جاؤ! تو شیخ فرماتے ہیں کہ میں ہر ایک سے یہی کہتا اور حضرت شیخ سے بھی یہی کہا کہ میں تو یہیں رہوں گا، زیادہ سے زیادہ کیا ہوگا؟ مر جاؤں گا لیکن یہاں سے نہیں جاؤں گا، اس پر حضرت شیخ نے فرمایا: ''پھر پڑا رہ!'' تو ایسے پڑے رہے کہ فراغت ہوگئی، لیکن گھر نہیں گئے اور پچاس سال نکال دیے۔ اور اللہ نے عالمی سطح پر انہیں مقبولیت عطا فرمائی۔

الإنسان عبد الإحسان:

اگر ان کو دنیا میں کسی سے تعلق تھا، تو وہ کتابوں سے تھا، حدیث سے تھا اور جو حدیث سے تعلق رکھنے والے لوگ ہوتے تھے، ان سے تھا، نیز اپنے اساتذہ کے ساتھ بڑا گہرا تعلق تھا اساتذہ کی بڑی عظمت تھی اور اپنے ایک استاذ حضرت مولانا ضیاء صاحب کا بہت کثرت سے ذکر فرمایا کرتے تھے، کوئی مجلس شاید ہی ایسی ہو، جس میں حضرت مولانا ضیاء صاحب کا تذکرہ نہ فرمایا ہو۔ مولانا ضیاء صاحب نے انہیں ابتدائی کتابیں پڑھائی تھیں، لیکن

فرماتے کہ مجھ پر سارا احسان ان کا ہے، اس لیے کہ اگر انہوں نے مجھے ابتدائی تعلیم نہ دی ہوتی تو میں یہاں تک نہ پہنچ سکتا حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظمِ اعلیٰ مظاہرِ علوم سہارنپور سے بھی بہت زیادہ تعلق تھا اور آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت شیخ سے پہلے مولانا اسعد اللہ صاحب شیخ کو خلافت دے چکے تھے، اس کے بعد حضرت شیخ نے خلافت دی۔ اس زمانہ میں مظاہر میں طلبہ میں مشہور تھا کہ ایک مرتبہ خادم حضرت ناظمِ اعلیٰ صاحب کی چائے بنا کر پلانے کے لیے گیا، تو حضرت نے پیالہ ہاتھ میں لے کر فرمایا: کراسین کی بدبو آرہی ہے۔ اس نے تاویلات کرنے کی کوشش کی، تو حضرت نے فرمایا: جا مولوی یونس کو یہ چائے پلا! وہ شیخ کے کمرہ میں ابھی داخل ہی ہوا تھا، شیخ نے فرمایا: بدبو والی چائے مجھے پلانے آیا ہے؟؟؟

خصوصیاتِ درس:

طاہر سورتی

سب سے پہلی خصوصیت یہ تھی کہ شیخ نہ صرف یہ کہ ہر سبق تیاری کے بعد پڑھاتے تھے بلکہ بے مثال تیاری کے بعد پڑھاتے تھے، حالاں کہ شیخ بخاری شریف کئی سالوں سے پڑھا رہے تھے اور شیخ کو- ماشاء اللہ- اللہ نے ایسا حافظہ دیا تھا کہ ساری چیزیں ہر وقت ایسی محفوظ رہتی تھیں جیسے ابھی پڑھی ہوں، لیکن اس کے باوجود شیخ پوری تیاری کے بعد سبق پڑھاتے تھے اور میں نے اس کے لیے بے مثال تیاری کا لفظ استعمال کیا، اس لیے کہ ایسا نہیں تھا کہ ایک گھنٹہ کے سبق کے لیے ایک گھنٹہ مطالعہ کرتے ہوں، بلکہ ایک گھنٹہ کے سبق کے لیے شیخ کئی کئی گھنٹے مطالعہ کرتے تھے اور یہ میں اپنی آنکھوں دیکھی باتیں بتا رہا ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے شیخ کے پاس مکمل ایک سال رہنے کی سعادت عطا فرمائی، ہم نے دیکھا کہ پورا دن شیخ کا کوئی کام نہیں تھا، سوائے بخاری اور مسلم کے مطالعہ کے، اور بخاری و مسلم کی کئی کئی شروحات دیکھتے تھے۔ خود وہ نسخہ دیکھیں جس میں شیخ بخاری پڑھاتے تھے، آپ دیکھیں گے کہ پوری بخاری کے اندر ایک نقطہ بڑھانے کی بھی جگہ نہیں ہے۔ نیز شیخ کا خط بہترین تھا بہت چھوٹا لکھتے تھے، لیکن اس کے باوجود اتنا خوبصورت کہ ہر کوئی اس کو پڑھ سکے۔ اور اللہ تعالیٰ ہانسوٹ والوں کو جزاءِ خیر دے کہ شیخ کی اجازت سے وہ سارے حواشی نقل کر لیے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ بالکل طباعت کے لیے تیار ہیں۔

دوسری خصوصیت یہ تھی کہ شیخ التزاماً تو نہیں، لیکن اکثر سبق کے لیے نکلنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھتے تھے، اس کے بعد بخاری کا سبق پڑھانے کے لیے جایا کرتے تھے۔

اور خوشبو اہتمام سے لگاتے تھے، عام طور پر بہترین قسم کا ''شمامۃ العنبر'' استعمال فرماتے تھے۔ نیز کبھی کبھی زینہ اترتے ہوئے مخصوص انداز میں کہتے: "میں کچھ نہیں ہوں"، "میں کچھ نہیں ہوں" (ویسے ذکر تو ہر وقت جاری رہتا، لیکن یہ مخصوص انداز میں کبھی کبھی فرماتے) گویا شیخ کو ایسا محسوس ہوتا کہ نفس آرہا ہے، تو اس کا علاج کرنے کے لیے شیخ یہ فرماتے تھے۔

ایک خصوصیت یہ تھی کہ کبھی درسگاہ میں تاخیر سے نہیں آتے تھے، گھنٹہ شروع ہوتے ہی پہنچ جاتے تھے اور درس شروع ہو جاتا تھا۔

ایک خصوصیت یہ تھی کہ مضبوط مضبوط اعذار کے باوجود، درس کا ناغہ نہیں فرماتے تھے، چہ جائیکہ بغیر عذر کے ناغہ کریں، حالاں کہ شیخ سالہا سال سے تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود درس کی ایسی پابندی فرماتے کہ تنخواہ لینے والا استاذ بھی ایسی پابندی نہیں کرسکتا۔

ایک خصوصیت یہ تھی کہ شیخ درس کے ایک لفظ کو بھی تشنہ نہیں چھوڑتے تھے، ہر لفظ کی تحقیق فرماتے، ہر موضوع اور ہر باب پر سیر حاصل بحث فرماتے اور سارے اقوال صاحبِ قول کے نام کے ساتھ مصادر و مراجع سمیت بیان فرماتے، پھر ہر قول کی دلیل اور پھر ہر دلیل پر اپنا تبصرہ۔

ایک خصوصیت یہ تھی کہ اقوالِ مختلفہ کے درمیان فیصلہ کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ کون سا قول راجح ہے۔ اور حدیث کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے شیخ کو ایسی بصیرت عطا فرمائی تھی کہ اگر ان کو معلوم ہو جاتا کہ فلاں کا قول صحیح نہیں ہے تو پوری صفائی کے ساتھ اس کے قول کی تردید فرماتے تھے، خواہ وہ کتنا ہی بڑا محدث و محقق ہو۔

الشیئ بالشیئ یذکر:

ایک مرتبہ مجھے یاد ہے کہ درس کے دوران ''رسیا'' کی ایک جماعت درس میں پہنچ

گئی، وہ سب عربی جاننے والے تھے، انہوں نے درخواست کی کہ عربی میں سبق پڑھایئے تاکہ ہمیں بھی سمجھ میں آئے، چنانچہ شیخ نے عربی میں درس شروع کیا اور پورا سبق عربی میں پڑھایا اور وہ لوگ بھی عش عش کرنے لگے۔

آمدم برسر مطلب:

ایک خصوصیت یہ تھی کہ شیخ کے لیے عبارت کی غلطی ناقابلِ برداشت ہوتی تھی، نیز آپ کے یہاں عبارت خواں کے کچھ شرائط تھے: تیز رفتار ہو، صاف صاف اور صحیح صحیح پڑھنے والا ہو اگر عبارت غلط پڑھ رہا ہے تو برداشت نہیں، صاف نہیں پڑھتا ہے تو بھی برداشت نہیں، اور اگر صحیح اور صاف پڑھتا ہے، مگر تیز نہیں پڑھتا تو بھی برداشت نہیں۔

ایک خصوصیت یہ تھی کہ سبق میں طلبہ کو اکتاہٹ نہ ہو اس کا خیال رکھتے تھے، چنانچہ کبھی کبھی سبق کافی لمبا بھی چلتا تھا اور شیخ کا عجیب مزاج تھا کہ رات کا وقت تو ان کا ہی تھا لیکن کبھی کبھی دن میں کوئی بحث مکمل کرنے کا ارادہ ہو جاتا اور شیخ کا اپنا ایک گھنٹہ ناکافی ہوتا تو چوں کہ اس سے پہلے مولانا عاقل صاحب کا گھنٹہ تھا، اس لیے شیخ کہتے کہ آج ذرا مولوی عاقل سے جا کر کہہ دے کہ ان کے گھنٹے میں، میں سبق پڑھاؤں گا، تو ان کے گھنٹے میں بھی سبق پڑھاتے تھے۔ پھر شیخ کو جب محسوس ہوتا کہ اب طلبہ اکتا رہے ہیں تو فوراً کوئی چٹکلا چھوڑ دیتے، کوئی مزاح کی بات کر دیتے تو سب ہنسنے لگتے تھے اور سب کے دل ہلکے ہو جاتے تھے۔ دو چار ایسے ہوتے تھے کہ شیخ ان کو چھیڑا کرتے تھے اور ایسا چھیڑتے تھے کہ وہ خود بھی اس سے لطف اندوز ہوتے تھے یہی مزاحِ مسنون ہے۔ اور باقاعدہ شیخ فرماتے تھے کہ بچو! میں یہ سب اس لیے کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کو اکتاہٹ محسوس نہ ہو۔

ایک خصوصیت یہ تھی کہ درس کے دوران بھی طلبہ کی باطنی اصلاح کا خیال رکھتے

تھے چنانچہ کسی طالب علم کے بارے میں شیخ کو یہ منکشف ہو جاتا کہ اس کے دل میں کبر و غرور ہے، تو اس کو تو نانی یاد دلا دیتے تھے، اسے بے تحاشا کہتے کہ تیرے دل میں تکبر ہے تو اپنے آپ کو یہ سمجھتا ہے، تو اپنے آپ کو یہ سمجھتا ہے، خواہ وہ روئے یا گڑگڑائے۔ ہماری جماعت میں کئی طلبہ ایسے تھے جن کو شیخ خوب ڈانٹتے تھے، اور شیخ نے میرا ایک نام رکھا تھا پہلے تو ان کو یہ معلوم کرنا تھا کہ جھوٹ کو انگریزی میں کیا کہتے ہیں؟ تو افریقہ کے کچھ لوگ شیخ سے ملنے آئے، تو شیخ نے ان سے پوچھا کہ جھوٹ کو انگریزی میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ (Lise) تو شیخ نے کہا کہ یہ جو بیٹھا ہے (میری طرف اشارہ کر کے) یہ وائس چانسلر آف لائس ہے، یعنی جھوٹ کا وائس چانسلر ہے، جھوٹ بولنے میں بڑا ماہر ہے، سبق کے دوران بھی سب طلبہ کے سامنے فرماتے کہ یہ وائس چانسلر آف لائس ہے۔

ایک خصوصیت یہ تھی کہ پورا سبق مرتب بولتے تھے، کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ شیخ کوئی بات بیان کر دیتے تھے اور بعد میں محسوس ہوتا کہ میں نے کوئی بات غلط بیان کی ہے تو دوسرے دن آ کر پوری وضاحت کے ساتھ فرما دیتے کہ کل میں نے یہ بات اس طرح بتائی تھی، یہ اس طرح نہیں؛ اس طرح ہے، لہٰذا اس کو صحیح کر لیں۔ نیز اتنی ساری تفصیلات و تحقیقات نوٹس کی شکل میں لکھے ہوئے اشارات کے سہارے سے بولے چلے جاتے تھے۔

ایک خصوصیت یہ تھی کہ رجال پر بھی کلام فرمایا کرتے تھے، مصنف کے استاذ سے لے کر صحابیٔ رسول تک جتنے رجال آتے تھے، ان کے تراجم اور ان کے حالات موقع بموقع بیان فرماتے تھے، نیز محدثین کے تحصیلِ علم کے وہ واقعات جو طلبہ کے لیے عبرت انگیز اور سبق آموز ہوں، ان کو بیان فرماتے تھے۔ ابو نعیم اصفہانی کی حلیۃ الاولیاء، شمس الدین ذہبی کی سیر أعلام النبلاء، حافظ ابن حجر کی فتح الباری، تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب اور اسی طرح لسان المیزان اور ابن خلکان کی وفیات الاعیان وغیرہ کتب کے گویا شیخ حافظ تھے۔

ترجمة

شيخ الحديث الإمام المحقق محمد يونس الجونفوري السهارنفوري رحمه الله

(1438-1355)

بقلم الشيخ الدكتور المحدث المسند محمد زياد بن عمر التكلة حفظه الله.

انتقل صبيحة اليوم الثلاثاء 17 شوال (بتقويم أم القرى، 16 في الهند) سنة 1438 شيخنا الإمام المحدث المحقق الجهبذ القدوة الزاهد محمد يونس بن شَبّير أحمد بن شير علي الجَوْنْفوري السَّهَارَنْفوري، شيخ الحديث في جامعة مظاهر العلوم بسَهَارَنْفور، وشارح صحيح البخاري وغيره، بل أحد أبرز المتخصصين فيه منذ دهر رحمه الله تعالى رحمة واسعة، وأسكنه فسيح جناته.

وُلد شيخنا رحمه الله في قرية كُورَيْني قرب جَونفور، خامس عشري رجب سنة 1355، توفيت أمه وهو ابن خمس، فربته جدته لأمه، وكانت من الصالحات، فتربى في بيئة متدينة، ثم التحق بالكتاتيب وأخذ فيها القراءة والكتابة والمبادئ، وبعدها انتقل إلى مدرسة ضياء العلوم بماني كلان قرب قريته، واستزاد من العلوم فيها، وأكثر استفادته فيها من الشيخين ضياء الحق الفيض أبادي، وعبد الحليم الجونفوري، رحم الله الجميع.

ثم التحق بجامعة مظاهر العلوم في سهارنفور في شوال سنة 1373، وتخرج منها بعد ثلاث سنين، وتضلع من العلم، خاصة من الحديث الشريف.

ولازم عدداً من الأكابر، منهم شيخ الحديث محمد زكريا الكانْدِهْلوي، أخذ عنه قراءة وسماعاً جميع البخاري، وبعض مقدمة مسلم، ونصف سنن أبي داود، و الرسائل الثلاث، والسنبلية – وغيرها، وأجاز له عامة.

ومنهم العلامة محمد أسعد الله الرامفُوري، أخذ عنه سنن أبي داود إلا قدر صفحة من كتاب الصلاة، وأول صحيح البخاري، وشرح معاني الآثار إلى نهاية كتاب النكاح، واستفاد منه كثيرا، وأجاز له عامة.

ومنهم الشيخ منظور أحمد السهارنفوري، أخذ عنه صحيح مسلم بفوت نحو 6 صفحات أواخره ومن كتاب الصلاة، والموطأ رواية الشيباني، وأجاز له عامة.

ومنهم الشيخ أمير أحمد بن عبد الغني الكاندهلوي، أخذ عنه قراءة وسماعاً سنن الترمذي والشمائل، والنسائي، وابن ماجه، والموطأ رواية يحيى إلى كتاب الحج، والمشكاة، ونزهة النظر، وأجاز له عامة.

وحضر ختم البخاري في دار العلوم بديوبند على الشيخ فخر الدين أحمد المرادابادي، وسمع أوائل الستة على العلامة محمد حسن بن حامد الكنكوهي، وأجاز له عامة.

واستجاز في الكبر من المشايخ عبد الفتاح أبي غدة، وعبد الله الناخبي، وأحمد علي السورتي، وعبد الرحمن الكتاني، وغيرهم.

ظهر نبوغ الشيخ وتميزه مبكراً، ولا سيما في الحديث وتحقيق مسائله، وكان بعض كبار شيوخه يرجع إليه ويسأله ويعتمد عليه، ومنهم شيخه محمد زكريا، وتوجد عدة أسئلة موجهة منه لتلميذه مقرونة بعبارات التقديم والتبجيل.

وتم تعيينه مدرساً في الجامعة في شوال سنة 1381، في تدريس صحيح مسلم، وسنن أبي داود، والنسائي، وابن ماجه، والموطأ بروايتيه، وعدد من كتب الفقه وأصوله.

ولما أراد الشيخ محمد زكريا الجوار في المدينة استخلف محله الشيخ يونس شيخًا للحديث ومدرسا للبخاري في تلك الجامعة الكبرى، في شوال سنة 1388، مع

وجود بعض كبار الأساتذة وكبار أصحابه، وكذلك فقد كتب له رسالة في 27 رجب 1387 وأمره ألا يفتحها إلا بعد أربعين سنة، وبعد أن حان موعدها وُجد فيها: بارك الله في حياتك، وجعلك مشتغلاً معنيًّا بالأمور الميمونة المباركة إلى مدة طويلة، وحينما تبلغ السابعة والأربعين ستتقدم عليّ وتسبقني. ويُرجى أن ذلك قد تحقق بمن الله وفضله.

تأثر الشيخ يونس كثيراً بأئمة الحديث الأوائل، وبالإمامين ابن تيمية وابن حجر وكان بحراً في علوم الحديث ورجاله وتحقيق مسائله، ما فترت عنايته إلى آخر حياته في تتبع آثار المحدّثين وما يستجد إصداره والعثور عليه من كتبهم، شديد الفرح بذلك.

وقد كتبتُ شيئاً من ذلك ومواقف عديدة عنه في مقدمتي لثبت شيخنا المسمى الفرائد، من تخريج تلميذه الشيخ البحاثة المفيد د. محمد أكرم الندوي، فإنه خرج له ثبتاً مفيداً، وضمنه ترجمة شيخنا، مما أفدت منه ههنا، وكان أكرمني بتكليفي بكتابة مقدمة له، وطُبعت قبل سنتين، فلا أكرر المواقف والانطباعات التي ذكرتُها هناك، وأحيل عليها ففيها مواقف عديدة وقصص عن شخصيته النادرة، وعلمه، وإنصافه، وتحقيقه وانتصاره للسنّة قولاً وعملاً وسلوكاً واعتقاداً.

كتب شيخنا رحمه الله رسائل وأبحاثاً عديدة ومفيدة، بالعربية والأوردية جمع كثيراً منها تلميذه البار شيخنا محمد أيوب السورتي، وطبع منها أربع مجلدات باسم اليواقيت الغالية، كما جمع كبار أصحاب شيخنا تقريراته الكثيرة على الكتب وشُرع في طباعة شرح صحيح البخاري منها، طبع منه مجلد بالعربية من أول الكتاب ومجلد لشرح آخره بالأوردية، وهي كذلك بعناية الشيخ محمد أيوب، وبمراجعة شيخنا رحمه الله وكان مغتبطا بطباعته، وفيه من التحقيقات والفوائد ما لعله لا يوجد في الشروح.

وأما إقراء الحديث وتدريسه فهو من سنة 1381 حتى آخر أيامه، ومن ذلك أتم تدريس البخاري خمسين دورة، سوى ما قرئ عليه في أسفاره في الحجاز وإنجلترا وغيرهما، ومنه سفره لهما قبل شهرين، وقد اتصلتُ عليه يوم عيد الفطر عندهم -أي منذ أسبوعين فقط- وحدثنا وجملة من الأصحاب بمسلسل العيد وغيره، وكان مغتبطاً مسروراً، ودعا بخير، وكان ذلك آخر عهدي به رحمه الله تعالى ورضي عنه، وجزاه عني وعن طلبته خيراً.

عاني شيخنا رحمه الله من الأمراض غالب عمره، واشتد به الأمر أواخر حياته وكم مرة تراجعت حاله جدًّا وشارف على الموت، ثم يعافيه الله وينشط، إلى أن انتقل إلى رحمة الله صبيحة الثلاثاء في سهارنفور، وما أن توفي إلا وانتشر خبره في أرجاء الأرض وتأثر به طلبته ومحبوه وما أكثرهم، وتدفق الناس إلى مكانه، وصار الناس يرسلون التعازي لبعضهم بعضاً من أنحاء الأرض، وصُلي عليه عصراً في سهارنفور، وشهدها خلق غفير من مناطق الهند،وتأسف الناس لفقده، بكت العيون وتألمت القلوب، وما خلف في مجموعه مثله رحمه الله، ويصعب أن يأتي مثله إلا أن يشاء الله الكريم.

اللهم اغفر لشيخنا وارحمه، وارفع في الفردوس نزله، وبارك في آثاره وطلابه و انشر حسناته، اللهم ضاعف حسناته، وبدل سيئاته، واجمعنا به في الفردوس، واجعلنا ضمن السبعة الذين تظلهم في ظلك يوم لا ظل إلا ظلك، ممن تحابا في الله، فاجتمعا عليه وتفرقا عليه. اللهم أفرغ على قلوبنا صبراً، وأجرنا في مصيبتنا، واخلف على المسلمين من أمثاله. رحمه الله، وسائر شيوخنا، وشيوخهم والمسلمين. إنا لله وإنا إليه راجعون.

وكتبه محمد زياد بن عمر التكلة، حامداً مصلياً مسلماً.

كلمات العزاء والمواساة

من الشيخ المسند المحدث الباحث محمد زياد بن عمر التكلة.

إنا لله و إنا إليه راجعون.

أحسن اللّٰه عزاء كم جميعاً و عزاء جميع المسلمين و خاصة الشيخ و جميع طلابه و جميع محبيه فى الأرض شرقاً و غرباً.

الحمد لله على كل حال و الحمد لله الذى كتب و نشر قبول هٰذا الشيخ فى مشارق الأرض و مغاربها.

تعازينا لجميع المشايخ فى سهارنفور و محبى الشيخ و ابن الشيخ زكريا و كل الطلاب، و هذه تعزية خاصة من محمد زياد التكلة و من الشيوخ، أحمد عاشور و عبد اللّٰه التوم و محمد الحريرى و عادل الحرازى و سائر طلاب الشيخ من العرب، تواصلنا معهم، و حصل هٰذا كوقع الصاعقة على الجميع.

نسأل اللّٰه سبحانه و تعالى أن يخلف على المسلمين خيرا، و يعظم درجات الشيخ و يبارك فى ما درس و فى طلابه و فى أثره و يكتب له أعلى الدرجات و يتغمده رحمته و يجعله فى أعلى الفردوس و يجمعنا و إياه مع الذين أنعم اللّٰه عليهم من النبيين و الصديقين و الشهداء و الصالحين و حسن اولئك رفيقاً.

و تعازينا للجميع. و السلام عليكم و رحمة اللّٰه و بركاته.

(كانت هٰذه رسالة صوتية أول وقت الخبر ثم نُقلتُ هنا بعد إذن الشيخ زياد حفظه اللّٰه)

بسم الله الرحمن الرحيم

ترجمة

شيخنا الشيخ محمد يونس الجونفوري رحمه الله رحمة واسعة

بقلم تلميذه: عبد الأحد بن يوسف فتيل السورتي الفلاحي.

اسمه:

محمد يونس بن شبير أحمد بن شير علي الجونفوري.

مولده:

ولد شيخنا في قرية كوريني قرب جونفور صباح يوم الاثنين، الساعة السابعة ٢٥ من رجب سنة ١٣٥٥، الموافق للثاني من أكتوبر سنة ١٩٣٧م.

نشأته ودراسته:

نشأ شيخنا على الصلاح والتقى، وتوفيت أمه وكان ابن خمس سنوات وعشرة أشهر، فربته جدته لأمه، ثم حين بلغ السادسة أو السابعة من عمره التحق بكُتّاب قرب جونفور، وتعلم بها هو وخاله: القاعدة البغدادية (الابتدائية) ثم لما انعزل عنه خاله؛ انعزل شيخنا أيضا.

ثم التحق بالمدرسة الابتدائية (primary school) في قريته، وأخذ فيها القراءة والكتابة والمبادئ.

ثم التحق بمدرسة ضياء العلوم بماني كلان، وأخذ فيها أكثر الكتب الدراسية من النحو والصرف والفقه الحنفي عن الشيخ مولانا ضياء الحق؛ ودرس شرح الجامي وشرح

الوقاية ونور الأنوار على الشيخ عبد الحليم الجونفوري.

ثم التحق بمدرسة مظاهر علوم بسهارنفور سنة ١٣٧٧ وكان ابن ثلاثة عشر واستفاد فيها من الشيوخ الكبار، ودرّس عليهم تفسير الجلالين، وتفسير البيضاوي ومشكوٰة المصابيح، والكتب الستة المتداولة، والموطأين، وشرح معاني الآثار للطحاوي والهداية للمرغيناني، والدر المختار، وميبذي، وخلاصة الحساب، وصُدرا، وشمس بازغة، وأقليدس، وسلم العلوم، وغيرها.

شيوخه في الحديث:

الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي.

العلامة محمد أسعد الله الرامفوري.

الشيخ منظور أحمد السهارنفوري.

الشيخ أمير أحمد بن عبد الغني الكاندهلوي.

وحضر ختم البخاري في دار العلوم بديوبند على الشيخ فخر الدين أحمد المراد ابادي، وسمع أوائل الستة على العلامة محمود حسن بن حامد الكنكوهي، وأجازا له عامة.

وأجاز له في الكبر المشايخ عبد الفتاح أبو غدة، وعبد الله الناخبي، وأحمد على السورتي، وعبد الرحمن بن عبد الحي الكتاني، وغيرهم.

من يرد التفصيل فليراجع ثبت شيخنا المسمى ب "الفرائد فى عوالى الأسانيد و غوالى الفوائد" الذى اعتنى به وخرجه الشيخ الدكتور محمد أكرم الندوى حفظه الله.

تدريسه وعطاؤه:

تم تعيينه مدرسا سنة ١٣٨١في مظاهر علوم بسهارنفور، ودرّس بها شرح الوقاية وقطبي سنتين. ودرس مقامات الحريري وقطبي في عام ١٣٨٣، ودرّس الهداية للمرغيناني وقطبي وأصول الشاشي في عام ١٣٨٤.

وفي نفس العام توفي أستاذه مولانا أمير أحمد الكاندهلوي، ففُوِّض إليه تدريس مشكاة المصابيح، فدرّسه من باب الكبائر إلى أخر الكتاب.

ثم درّس مشكاة المصابيح كاملا ومختصر المعاني وقطبي وشرح الوقاية في سنة ١٣٨٥.

ودرّس السنن لأبي داود وسنن النسائي ونور الأنوار في سنة ١٣٨٦.

ودرّس صحيح مسلم والنسائي وابن ماجه والموطأين سنة ١٣٨٧.

ولما أراد الشيخ العلامة مولانا زكريا الكاندهلوي الجوار في المدينة المنورة استخلف محله شيخنا الشيخ يونس الجونفوري رحمه الله مع وجود بعض كبار أساتذته وأصحابه، فدرّس البخاري إلى مماته، فأقرأه حوالي ٥٠مرة، وأجاز الطالبين شرقا وغربا.

أخذي عنه:

تشرفتُ بملازمة شيخنا أثناء التلمذة عليه في الجامعة، ومنّ الله عليّ بأني كنتُ القارئ لأكثر مجالسه سنة ٣٧- ١٤٣٦ ، وقرأت بعدها، وأنعم الله عليّ بالاستفادة الكبيرة منه، فأخذت عنه معظم صحيح البخاري قراءة والباقي سماعا، مرتين، والرسائل الثلاث سماعا وقراءة مرتين، والأوائل السنبلية كاملة مع ذيلها.

وأخر ما سمعت عليه المسلسل بيوم العيد عصر الاثنين قبل بضعة أيام من وفاته

بقراءة شيخي الشيخ محمد زياد التكلة عبر الاتصال، وسمع هذا المجلس المشايخ: محمد سعيد بن محمد هاشم منقاره، ورشيد مجاهد، وجمعة بن هاشم الأشرم، وعمر حبيب الله، وأحمد بن العربي، وديانا بليبل، وأجاز السامعين وأولادهم إجازة عامة. وكان ذلك اخر مجلس تحديث للشيخ قبيل وفاته بأيام يسيرة، كما أخبرني خادمه مولوي هاشم السهارنفوري، وقال لي بأنا نحن اخر من سمعنا الحديث على الشيخ قبل وفاته واخر من أجاز لهم. ولله الحمد ثم ولله الحمد.

انطباعي عنه:

أقول بعد الملازمة وقرب المعرفة: كان -رحمه الله- محدّثا حافظا جهبذا علامة، وطلعة فهامة، باحثا، محققا، كاتبا، محررا، ولم تر عيناي أحدا مثله عناية بعلوم الحديث وكتبه، وقد تجولتُ في الهند ولقيتُ أكابر علمائها من مدارس عديدة.

كان رحمه الله نابغا في العلوم العقلية والنقلية، وضع الله له المحبة في القلوب فطار اسمه في الافاق، ورحل إليه من مشارق الأرض ومغاربها، وكان له محبون شرقا وغربا، وكان محبا للطالبين، مفيدا لهم، كثير التواضع، سليم الباطن، كثير الذكر والصلاة ملازما للطاعة، مواظبا على الأوراد والأذكار، وكان زاهدا عابدا، لطيف الطباع، متمسكا بالسنة النبوية.

وأوصاني بصدق النية والإخلاص في الأعمال مرارا، وأرجو أنه كان يحبني نفعني الله بحبه وجمعنا في ظله يوم لا ظل إلا ظله، فكان على عادته في مصارحة وممازحة من يحب: يزجرني كثيرا، ويحب سرعتي في القراءة، وقال عني أمام الشيخ فريد بن علي الباجي التونسي حفظه الله: (إن هذا الرجل أعجوبة في القراءة). وقال مرارا:

ليست في قراءتك حلاوة وطراوة!

فوائد متنوعة سمعتها منه:

١- قال عن الحديث المسلسل بالأولية: رواه أبو داود والترمذي وأحمد رحمهم الله، ورواه البخاري رحمه الله في كتاب الكنى، وقال بعض العلماء إن البخاري رواه في الأدب المفرد، ولكن لم أر هذا الحديث في نسخ الأدب لا في المطبوعة بالهند ولا في المطبوعة خارج الهند، وقال: لعل السبب أن نسخة الأدب ما وُجِدَت كاملة، والله سبحانه أعلم.

٢- وقال عن حديث النية، وهو الحديث الأول في الصحيح: إن الإمام البخاري ذكره في سبعة مواضع من صحيحه: في بدأ الوحي، وكتاب الإيمان، وكتاب العتق وأبواب الهجرة، وكتاب النكاح، والأيمان والنذور، وكتاب الحيل، وإني جمعت هذه المواضع السبعة في جملة مختصرة، وهي: (حان عونه) فاحفظها.

٣- كان يوصي الطلبة بالإخلاص في كل عمل، حتى إنني لقيته آخر مرة هذا العام في أواخر رجب بمناسبة ختم المسلسلات، فأردت أن أقول له شيئا فقال: اخرج اخرج! ثم ضحك وقال: قل ماذا تريد؟ فقلت له: شيخنا إنني رحلت للقاء مشايخ الهند في عدة أقاليم ومن عدة مدارس وحصلت على الأسانيد العالية والنادرة. فقال: أخلِص النية!

وسألني كذلك: أين كنتَ، لم أرك منذ الأمس. فقلت: شيخنا كنتُ هنا! فقال: أين أكلتَ؟ فقلت له: خارج الجامعة فعاتبني وقال: لماذا لم تأكل مع ضيوفي؟

وكان رحمه الله ينصحني كثيرا ويؤكد على الإخلاص.

وسأله أستاذي الشيخ مولانا يوسف التنكاروي: كيف أحصل على الإخلاص؟ فقال: اتهم نفسك في كل عمل ستكون مخلصا.

وكان يقول: لم أغتب أحدا طوال حياتي، ولم أوذ أحدا عامدا، ولم أكذب إلا ثلاث أو أربع مرات في الصغر.

٤- كان يحب الإمامين الجليلين ابن تيمية وابن حجر -رحمهما الله- حبا جما وكان يقول: الإمام العلامة ابن تيمية أفقه من ابن حجر وابن حجر أعلم بطرق الحديث من ابن تيمية.

وكان يقول: إن الحافظ مغلطاي عالم كبير ولكنني لا أحبه، لأنه تكلم على الحافظ المزي.

وكان يقول في اسم الراوي (أبان): من لم يصرف أبان فهو أتان!

وكان يقول: لبس الثياب المتلونة دون ضرورة بدعة.

وكان يذكر كثيرا أن أبا الليث السمرقندي ذكر أن من استاك عاملا بالسنّة فهو مثاب من الله، وإن لم ينو العمل بالسنّة فهو مأخوذ عند الله.

وكان يقول للطلبة: أنتم أولادي.

وكان يقول للطلبة: انتفعوا بشبابكم، قبل أن يأتي إليكم المشيب.

وبالجملة فإفاداته كثيرة لا ساحل لها، كأنه كان لا يتنفس إلا بفائدة، وقد جمع إفاداته عن الحديث والفقه تلميذه البار الشيخ أيوب السورتي حفظه الله في (اليواقيت الغالية) و(نبراس الساري إلى رياض البخاري)، و(نوادر الحديث)، و(نوادر الفقه).

بعض رؤاه المبشرة:

١- قال مرارا: إني رأيت الله عز وجل في المنام، فقال لي الله: أريد أن أقبض روحك. فقلت له جل شأنه: امنحني فرصة لأصلي ركعتين فقال: صل. ورأيته يقصها باكيا.

٢- وقال: مرة رأيت الحافظ ابن حجر في المنام، وكنت أصلي الصلاة واضعا يديّ تحت السرة، فقال لي الحافظ: ضع يديك تحت الصدر.

قلت: وإني لم أره مصليّا إلا وكان يضع يديه تحت الصدر، وكان يرفع يديه.

٣- وقال: لم أر في المنام إماما من الأئمة الأربعة إلا الشافعي رحمه الله فقال: مرة فقدتُ كتاب الأم للشافعي، فرأيت الشافعي في المنام، وكنت راكبا في القطار. فبسبب ذلك أهدِي إليّ كتاب الأم الجديد، وكان هذا تعبيره.

وقال: رأيت نفسي مرة وكنت قائما أمام ضريحه.

٤- وقال: رأيت مرة السيدة أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها، وكانت نائمة على السرير، ثم استيقظتُ وذهبتُ، فنمتُ على نفس السرير. فعبرتها بأن علوم عائشة انتقلت إليّ.

قلت: وهذه المبشرات سمعتُها منه مشافهة أثناء قراءتي عليه صحيح البخاري في حجرته.

رحمه الله رحمة واسعة ورفع درجاته في الفردوس الأعلى.

مشاهدات متنوعة:

١- كان يهتم بالتدريس على طهارة، وفي مرة احتاج أن يتوضأ أثناء التدريس، فطلب اللَّبِنة وتيمم، لأجل المرض وشدة البرد.

٢- كان يتأدب كثيرا مع الكتب، ويقول: لا تنتفع بالعلم إلا بالأدب. ومرة انطوت صفحة من صحيح البخاري عند طالب، فزجره، وأوصاه بالتأدب مع الكتاب.

٣- كان صاحب تُقى وورع، وإنني رأيتُه بعينيّ مرتين، مرة في حجرته، ومرة في دار الحديث بمظاهر علوم، سهارنفور، وكان اخذا بأذنيه أمام الطلبة خشية من الله

ويقول: اشهدوا أنتم، أنا أستغفر الله من كل ذنب.

٤- كان حسن التذكر لشيوخه وحسن التعاهد لطلبته فمرة ذكر الشيخ عبدَ الله التوم، وكنت أقرأ عليه صحيح البخاري، فقال لي: أنت متكبر! إن كان مقامك عبد الله التوم فأخرجك من حجرتي! ثم بعد دقائق قال: أرجو العفو منكم، ولا أقول مثل هذا إلا لمن لي علاقة به.

وذكر في أحد المجالس الشيخ زياد التكلة وقال: زياد رجل طيب، ولكن لا أحب اسمه لأجل زياد بن أبيه. فذكرتُ هذا أمام الشيخ زياد، فلما لقي الشيخُ زيادٌ الشيخَ يونس في المدينة المنورة ذكر له القصة، وقال له: يا شيخنا ما اخترتَ ممن اسمه زياد إلا هذا؟ وقد ذكر عمُّك ابن حجر في الإصابة بضعا وعشرين صحابيا اسمهم زياد، فيهم أربعة ذُكروا بأنهم بدريون! فابتسم الشيخ يونس، وقال: ما شاء الله! ما شاء الله.

وأيضا إنني سمعت على الشيخ الحديث المسلسل بيوم العيد هذا العام بقراءة الشيخ زياد، وأنا الذي نسقتُ لهذا والحمد لله، فقال الشيخ يونس للشيخ زياد في المكالمة: أنا أحبكم.

وقال مرارا: حينما يحضر فريد بن علي الباجي التونسي فالله يفتح علي النكات لم تُفتح قبل. وأثنى على علمه بالحديث.

وكان هذا من طرقه التربوية وأخلاقه الحسنة، رحمه الله رحمة واسعة ورفع درجاته في الفردوس الأعلى ونفعني بحبه.

٥- كان - رحمه الله تعالى - حريصا على كتب الحديث ومخطوطاته، ولقاء العلماء وعلو السند حتى في آخر حياته، فذكر لي الشيخ زياد التكلة أنه قال لشيخنا آخر ما

لقيه: إن الشيخ افتخار الحسن الكاندهلوي في مكتبته نسخة المسلسلات بخط الشاه ولي الله المحدث الدهلوي، وعنده الأولية بعلو من طريق فضل الرحمن وعبد الرحمن الباني بتي. فقال: أريد لقاء الشيخ وزيارة مكتبته والقراءة عليه، ولكنني لا أستطيع في هذا العمر لشدة ضعفي.

ومن حرصه على علو السند أنه لما علم بحج، مسند الدنيا الشيخ عبد الرحمن بن عبد الحي الكتاني حرص على أن لقيه في الفندق بالمسفلة قرب الحرم المكى، مع شدة الحر وصعوبة التنقل، واستجاز منه، رحمه الله رحمة واسعة.

وقال الشيخ زياد التكلة: لما كنت ألتقي بالشيخ -رحمه الله- كنت أخبره ببعض ما استجدّ معرفته من مخطوطات الحديث أو وجود بعض الآثار التي كان يُظن أنها مفقودة أو أشياء تتعلق بكتب الحديث وأئمته، فكان يقول دائما: عليكم بإخراج هذه الأشياء، وإبراز هذه الجهود. وكان هذا من حرصه على نشر العلم والخير وإفادة الناس.

وأنا أتذكر أن الشيخ محمد زياد التكلة اتصل بي قبل سنة ونصف، وكنت في سهارنفور، فجعلته يتكلم مع الشيخ فسأله الشيخ عن كتاب بر الوالدين للبخاري، فقال: إنه طبع في دار الحديث الكتانية. ففرح جدا جدا.

هذه بعض ذكرياتي معه رحمه الله، والذكريات الجميلة لا تنسى، ومن القلب لا تمحى.

أولئك آبائي فجئني بمثلهم　　　إذا جمعتنا يا جرير المجامع

وفاته:

وذكر لي خادمه المولوي هاشم أن شيخنا صلى صلاة العشاء في ١٦ من شوال بسهولة، ثم أغمي عليه ليلا مؤخرا، وكان يغمى عليه ويفيق حتى كثر الإغماء، وكان لا

يطلب إلا الماء، فشرب الماء كثيرا في هذه الليلة الأخيرة، وكان قال لمولوي هاشم: لا تدخلني في المستشفى. ولم يستطع أن يصلي صلاة التهجد ولا الفجر لأجل الإغماء، وبعد صلاة الفجر في الساعة ۸:۳۰ تقريبا كثر الإغماء، فحمل إلى مستشفى ميدي غرام (Medi Gram) وتسارعت أنفاسه، حتى انتقل إلى جوار ربه.

ثم أتي بجثمانه إلى رحاب جامعة مظاهر علوم في سهارنفور.

وانتشر نبأ وفاته في أنحاء العالم، وحزن المسلمون لوفاته، وبكت العيون.

وغسله الأساتذة بمظاهر علوم، ومن المغسلين الشيخ المفتي مقصود، والمفتي شعيب، والمفتي صالح، والمفتي بشير، والمفتي أسرار الحق، والمفتي محمد، وغيرهم حفظهم اللّٰه ورعاهم.

وصلى عليه الشيخ مولانا محمد طلحة ابن الشيخ زكريا الكاندهلوي اطال اللّٰه عمره، وحضر جنازته جموع غفيرة من الخاصة والعامة من أنحاء الهند، وذُكر لي أن الحضور نحو المليون.

كانت وفاته ثلمة لا تسد، ومصيبة لا تحد، نازلة لا تنسى وفاجعة لا تمحي.

توفي أستاذنا وشيخنا، ولكنه باق بذكره، وحي بعلومه ومعارفه.

اللهم عوض المسلمين، واخلف عليهم خيرا، وارحمه رحمة الأبرار.

وختاما أقول:

إني لأخجل أن يكتب قلمي المتواضع عن شيخي رحمه الله، ولكن تجشمتُ ذلك بطلب من الشيوخ، محمد زياد التكلة، ومحمد بن ناصر العجمي، وعمر حبيب الله فجزاهم الله خير الجزاء، ووفقهم لمرضاته، وفرّج عنهم كرب الدنيا والآخرة.

واخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

عبدالأحد بن يوسف فتيل السورتي الكجراتي الفلاحي

وفرغ منه يوم الجمعة 4 ذي القعدة 1438

ایسا کہاں سے لاؤں....

ازقلم: محمد داود سورتی (فاضل جامعہ ڈابھیل)

حیاتِ انساں ہے شمع صورت، ابھی ہے روشن ابھی فسردہ
نہ جانے کتنے چراغ یوں ہی جلا کریں گے، بجھا کریں گے

کڑے سفر کا تھکا مسافر، تھکا ہے ایسا کہ سوگیا ہے
خود اپنی آنکھیں تو بند کرلیں، ہر آنکھ لیکن بھگو گیا ہے

۱۶ر شوال المکرم ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱ر جولائی ۲۰۱۷ء کو صبح صبح یہ خبر پردۂ سماعت سے ٹکرائی کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کے اجل خلیفہ حضرت مولانا اسماعیل صاحب بداتِ مدینۃ المنورہ میں اس دارِ فانی سے رحلت فرما چکے۔ ابھی یہ خبر پھیل ہی رہی تھی کہ اچانک دل ہلا دینے والی ایک اور خبر نے اخبار کی دنیا میں کہرام مچا دیا، واٹساپ کھول کر دیکھو تو پیغامات کا ایک سلسلہ ہے، جس کو قرار نہیں کہ حضرت شیخ یونس صاحب جونپوری نے ابھی ابھی اپنی طویل ترین علالت کے بعد اس جہانِ آب و گل کو خیر باد کہہ دیا، اور اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون.

آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

اس غمناک خبر کو اچانک اور بغیر کسی آمادگی کے، سن کر دل بے قرار سا رہ گیا، استعجاب اور غم واندوہ کے بادل چھا گئے، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ قوم وملت کا سرمایۂ حیات لٹ گیا، معاً یہ خیال بھی پیدا ہونے لگا کہ شاید یہ خبر غلط ہو، لیکن إذا جاء اجلھم لا

یستأخرون ساعةً ولا یستقدمون . نے اس کے لیے کوئی جگہ نہیں چھوڑی۔

بندہ نے حضرت رحمہ اللہ کا نام پہلی مرتبہ ۲۰۰۷ء میں سنا تھا، جب میں فارسی اول کا ایک طالبِ علم تھا۔ حضرت ہمارے پڑوس کے ایک مدرسہ میں ختم بخاری کے لیے تشریف لائے تھے، مجھ جیسے بہت طلبہ، جو اس سے قبل کبھی حضرت کے دیدار سے مشرف نہیں ہوئے تھے، بل کہ صرف آپ کے متعلق سنا تھا، آپ کی زیارت کے لیے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے، بس! حضرت کے اوصاف وکمالات کا ایک ہلکا سا نقشہ اپنے مشفق اساتذہ کی وساطت سے بندہ کے ذہن میں منقش تھا۔

ہم حضرت والا کی زیارت کے اشتیاق میں ہی تھے کہ حضرت کی کار اچانک مدرسہ کے صدر دروازے سے داخل ہو کر رکی، اور ادھر مدرسینِ مدرسہ اور طلبۂ جامعہ نے کار کو آ گھیرا، مدرسین فرطِ محبت سے استقبال کے لیے، اور طلبہ شوقِ عقیدت میں دیدار کے لیے۔ پھر حضرت والا کار سے اترے اور وہیل چیر پر سوار ہوئے: درخشندہ چہرہ، منور پیشانی، بڑی بڑی آنکھیں جو ذکاوت وذہانت اور فہم وفراست کی غماز، دوپلی ٹوپی۔۔۔۔ کچھ لمحہ بعد ختم بخاری کی مجلس میں اپنی واضح اور مربوط اور مرتب اور پر مغز گفتگو سے سامعین کے سادہ دلوں پر عزت واحترام اور محبت وعقیدت کا شیش محل بنا گئے۔

سن شعور کو پہنچنے کے بعد حضرت والا ہماری عقیدتوں کا گہوارہ بن گئے تھے، علم وفضل کے حوالہ سے کوئی مجلس منعقد ہوتی تو علماء وفضلاء کی زبان شاید ہی آپ کے تذکرہ سے خالی ہوتی۔ آپ برصغیر کے ممتاز مشائخ کی ایک کڑی تھے، آپ کا اندازِ درس بہت نرالا ہوا کرتا، تقریر پر مغز، الفاظ نپے تلے، مضامین مرتب ومدلل، لہجہ واضح۔ اکتا دینے والی طوالت نہ ہی خلل انداز ایجاز بیانی، لاجواب حافظہ، بے مثال تعبیرات، الفاظ اور مضامین کی

معنویت، آپ جب مسندِ مشیخت پر جلوہ افروز ہوتے، تو حاضرین کی نگاہیں آپ کی پر وقار اور جاذبِ نظر شخصیت کی زیارت سے مسرور ہو جاتیں، زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ سامعین کے دلوں میں پیوست ہو جاتا۔

آپ کو علم سے حد درجہ عشق و محبت تھی، اس مبارک سلسلہ میں اپنے آپ کو اتنا کھپا دیا کہ آپ نے نکاح بھی نہیں کیا۔ چنانچہ ہمارے صوبہ گجرات کے مشہور عالمِ دین جو آپ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں، انہوں نے ایک مرتبہ حضرت سے کہا کہ ''حضرت آپ شادی کرلیں!'' تو حضرت انہیں اپنے کمرہ میں لے گئے، اور کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: مولوی! ادھر آؤ! دنیا والوں کی تو ایک دلہن ہوتی ہے، میری یہ ساری دلہنیں ہیں، دنیا والے رات کو اپنی دلہن سے بات کرتے ہیں، تو میں ان دلہنوں سے بات کرتا ہوں۔'' سبحان اللہ!!! کیا ذوق تھا۔۔۔ آپ کی تصانیف آپ کے علمی کمالات وجواہر کی روشن دلیل ہیں۔ فن حدیث سے آپ کو خصوصی مناسبت تھی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کے بعد حضرت شیخ ہی کے انتخاب سے آپ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث تاحین حیات رہے۔

ہمارے درمیان سے حضرت کا اس طرح اچانک رحلت فرما جانا، علمی دنیا میں ایک ایسا خلاء ہے، جس کی تلافی بظاہر ممکن نہیں۔ إلّا أن یشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو کروٹ کروٹ سکون وراحت نصیب فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ جامعہ کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں، تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

مختصر سوانحی نقوش:

آپ کی ولادت ۲۵ ؍رجب ۱۳۵۵ھ مطابق ۲/۱اکتوبر ۱۹۳۶ء کوکھیتا سرائے، ضلع جونپور میں ہوئی۔ آپ کی عمر کے پانچویں سال میں آپ والدہ کے سایہ سے محروم ہو گئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ہی میں حاصل کی۔ علومِ آلیہ وعالیہ کی ابتداء ۱۳؍سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم مانی کلاں، ضلع جونپور میں ہوئی۔ (فارسی سے نورالانوار تک) اس کے بعد شوال ۱۳۷۷ھ میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا، اور ۱۳۸۰ھ میں دورہ سے فراغت حاصل کی۔ ۱۳۸۱ھ میں مظاہر کے معین مدرس منتخب ہوئے۔ ۱۳۸۸ھ کو شیخ الحدیث کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے۔

بیعت واجازت:

آپ کو ۵؍محرم الحرام ۱۳۹۶ھ میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کی طرف سے اجازت بیعت حاصل ہوئی اور ۱۳۸۶ھ میں آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم المہاجر المدنی نور اللہ مرقدہ سے بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔

کون سا جھونکا بجھا دے گا کسے معلوم
زندگی کی شمع روشن ہے ہوا کے سامنے

صراحی روتی اٹھی، جام اشک بار اٹھا
پھر آج مے کدے سے ایک بادہ خوار اٹھا

۱۶؍شوال ۱۴۳۸ھ

حضرت شیخؒ سے بیعت کا پس منظر

ایک ٹیلی فونی گفتگو

مولانا ممتاز عالم دیناجپوری

(مہتمم مدرسہ فیض القرآن، ٹھکری باری، اتر دیناجپور، بنگال)

(مختصر تعارف: آپ نے مظاہر علوم، سہارنپور میں تعلیم حاصل کی ہے، حضرت شیخ مولانا محمد یونس صاحب جونپوری نور اللہ مرقدہ کی کئی سال تک خصوصی خدمت کا شرف حاصل ہے حضرت کے چھوٹے بڑے کام (چائے، کھانا بنانا وغیرہ) کیا کرتے تھے)

میں مولانا محمد سلمان بن مولانا منور حسین صاحب خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا نور اللہ مرقدہ بول رہا ہوں کہ میرے والد محترم مولانا منور حسین صاحب نے مجھے کئی بار بتایا کہ جب حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ کو بخاری شریف ملی، تو حضرت شیخ زکریاؒ کو یہ فکر ہوئی کہ اگر مولوی یونس اصلاحی لائن سے بھی ہم سے جڑ جائے، تو ان کے علم میں پختگی آئے گی، نور پیدا ہوگا صلاحیت اور پروان چڑھے گی۔ اور اس سلسلہ میں ان کی ذہن سازی کے لیے حضرت شیخؒ نے مجھے ان کے پاس تہجد کے وقت بھیجا، میں نے جا کر ان سے بات کی تو انہوں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی اور ہنس کر ٹال دیا۔ پھر رمضان المبارک گزر گیا میں اپنے وطن بہار (بہادر گنج، ضلع کشن گنج) آ گیا، پھر اگلے رمضان میں شیخ نے تہجد کے وقت مجھے ان کے پاس بھیجا۔ میں جا کر ان کی ذہن سازی کرنے لگا، تو انہوں نے کہا کہ اصل میں، میں حدیث پڑھاتا ہوں اور میں روایت اور مسلک وغیرہ کے بارے میں

راویوں پر نقد وتنقید کا عادی ہوں، مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ اگر میں کسی مسئلہ میں حضرت شیخ پر بھی تنقید کر دوں، اور شیخ کو ناراضگی ہو جائے، تو میرا تو بیڑا غرق ہو جائے گا۔ میں نے جو شیخ کو جا کر یہ بتایا تو شیخ نے فرمایا کہ کام ہو گیا۔ مولوی یونس سے جا کر کہہ دو کہ وہ اس سے نہ ڈریں، ان کو میری طرف سے خصوصی طور پر نقد وتنقید کی اجازت ہوگی، پھر حضرت شیخ یونس بیعت ہوئے اور ان کو خلافت بھی ملی۔

شیخ الحدیث مولانا محمد یونس جونپوری کی وفات

اک گوہر نایاب کی گم شدگی، ایک عہد زریں کا خاتمہ

مولانا بدر الحسن القاسمی کویت

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ ۱۳۵۵ - ۱۴۳۸ھ کی وفات ایک فرد کی نہیں ایک جہاں کی موت ہے، وہ بلاشبہ ان قدسی نفوس میں سے تھے جن کے بارے میں ہر کسی کا دل یہی چاہتا ہے کہ کاش یہ چشمۂ فیض کچھ عرصہ اور اسی طرح جاری رہتا۔ لیکن وقتِ موعود آجائے تو نہ کوئی تدبیر کارگر ہوتی ہے اور نہ لوگوں کی آرزوئیں اور تمنائیں۔ چناں چہ حکمِ الٰہی سے وہ اسی دار فانی سے رخصت ہو گئے اور جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔

مولانا یونس صاحب نہ صرف ایک مدرس اور محدث تھے، بلکہ ایک دائرۂ علم تھے ان کی زندگی ہر قید و بند سے آزاد، لیکن گیسوئے علم کی اسیر رہی۔ انہوں نے منقول و معقول سارے علوم کو ماہر اساتذہ سے حاصل کر کے اپنے سینہ میں محفوظ رکھا تھا اور اس میں وہ اپنے معاصرین سے فائق اور ممتاز تھے۔

علوم میں بھی اپنے اساتذہ کی طرح جامعیت اور دقت نظر سے بہرہ ور تھے، اس لیے وہ اپنی وفات کے ساتھ علم و فن کا ایک کارواں اپنے ساتھ لے گئے۔

وما كان قيس هلكه هلك واحد	ولكنه بنيان قوم تهدما

یا دوسرے لفظوں میں:

داغ فراق صحبت شب کی جلی سوئی	اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کا حشر ائمۂ محدثین کے زمرے میں کرے اور ان کو فردوس بریں میں جگہ نصیب فرمائے۔ان کے انتقال کی خبر کا شدت سے احساس مجھے اس لیے بھی ہورہا ہے کہ ابھی رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مدینہ طیبہ میں تھا، تو ان کے نہایت مخلص شاگرد اور خادمِ خاص مولوی یونس ٹباٹ نے ''نبراس الساری'' کی پہلی جلد لا کر دی، جو مولانا کے درسِ حدیث سے ماخوذ شرح بخاری ہے اور مولانا کی اس تلقین کے ساتھ دی کہ کتاب کا نسخہ بدر الحسن قاسمی کو دو، اس کا ذہن تنقیدی ہے، وہ مفید مشورے دے گا۔ کہاں میں اور مولانا کے افادات پہ رائے زنی، لیکن یہ ان کے عالمانہ تواضع کی بات تھی۔اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ چند سال پہلے (۲۷؍شعبان ۱۴۳۴ھ کو) مولانا محمد یونس صاحب سے مسجد نبوی میں ملاقات ہوئی، وہ خاص کیفیت میں تھے، پہلے بزرگانہ نصیحت فرمائی، پھر انتہائی شفقت سے پیش آئے۔ روایت حدیث کی اجازت بھی دی، اور ''الیواقیت الغالیۃ'' کی چوتھی جلد کا ایک نسخہ بھی عنایت فرمایا، رات میں میں نے کتاب پر ایک نظر ڈال لی تھی اگلے دن قیام گاہ پر حاضری ہوئی تو میں نے احادیث کی تصحیح وتضعیف کے بارے میں ان کے طریقے کے بارے میں اپنے بعض طالب علمانہ اشکال ظاہر کیے تو اس کی وضاحت کی، میرے اشکال کا دائرہ بڑھتا گیا تو انہوں نے پوری کتاب پڑھ کر رائے دینے کے لیے کہا۔اور اپنی دوسری تحریروں کے بارے میں بھی یہی ارشاد فرمایا۔

پھر جب ان کی اسانید کا مجموعہ ''الفرائد'' چھپ کر آیا تو اس کے بارے میں بھی انہوں نے میرے مشورہ کو سراہا۔

''نبراس الساری'' استفادہ کی غرض سے میں نے پڑھنا ہی شروع کی تھی کہ آج اچانک ان کے انتقال کی خبر آئی کہ اب اس دار فانی میں ان کی زیارت ممکن نہیں رہی۔

ع وآں قدح بشکست وآں ساقی نماند

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوریؒ کی وفات سے برصغیر میں علم حدیث کی مسند سونی ہوگئی ہے، اور صحیح معنوں میں ''شیخ الحدیث'' کہلانے کا کوئی مستحق باقی نہیں رہا۔

مولانا یونس کی حیثیت مینارۂ نور کی تھی، وہ اس عہد کا تسلسل تھے، جس میں ایک طرف دارالعلوم دیوبند کے نامور شیخ الحدیث مولانا فخر الدین احمد مرادآبادی مسند حدیث پر براجمان تھے تو دوسری طرف سہارنپور میں مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی بابرکت ذات ''شیخ الحدیث'' کے منصب کا بھرم قائم کئے ہوئے تھی۔

استاذِ محترم مولانا فخر الدین صاحب حضرت شیخ الہند محمود حسن اور امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے علوم کے وارث وامین تھے اور جن کے درس کی شان یہ تھی کہ نامور محدث وفقیہ شیخ عبد الفتاح ابوغدہؒ کہنے لگے کہ میں نے حدیث کے صرف ایک جز کی تشریح میں تین دن تک ان کے درس میں شرکت کی۔

حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلویؒ اپنے محترم والد کے واسطے سے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے علوم کے وارث بنے اور دوسری طرف حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ کے دست راست رہے۔ ''بذل المجہود'' کی تدوین میں ان کے معاون رہے۔ اور ''اَوجز المسالک'' جیسی عظیم کتاب تصنیف کی۔ اور ''لامع الدراری''، ''الکوکب الدری'' اور ''الابواب والتراجم'' جیسی بیش بہا کتابوں کی تدوین وترتیب کا کارنامہ انجام دیا۔

حضرت مولانا محمد یونس جونپوریؒ کے علم وفضل کی سب سے بڑی شہادت تو یہی تھی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی ہجرت کے ارادے سے مدینہ طیبہ جانے سے پہلے ان کو اپنا جانشیں بنایا اور صحیح بخاری کی تدریس ان کے سپرد کی۔

ٹھیک اسی طرح کہ حضرت شیخ الہند نے اپنے سفر حجاز سے پہلے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کو اپنا جانشیں بنایا، اور بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ یہ انتخاب ہر لحاظ سے صحیح اور برمحل تھا۔

علامہ ابن الہمام ک بارے میں تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے علامہ قاسم بن قطلو بغا کو اپنا جانشیں بنایا تھا اور اسی طرح حضرت امام شافعیؒ نے اپنے شاگرد محمد بن الحکم کی قربانیوں کے باوجود اپنی جانشینی کے لیے امام مزنی کا انتخاب فرمایا جو امام طحاوی کے حقیقی ماموں تھے۔

حضرت مولانا محمد یونس کو علم حدیث میں جو مہارت حاصل تھی، اس کی نظیر عالم عرب میں بھی بمشکل ہی ملے گی، بلکہ اتنی جامعیت رکھنے والی شخصیت شاید نہ مل سکے۔

انہوں نے اپنی ساری زندگی درس و تدریس میں گزاری، تصنیف و تالیف کی طرف انہوں نے توجہ نہیں کی۔ البتہ ان کے افادات درسی تقریروں اور اکابر اہل علم کی طرف سے استفسار کے جواب میں مراسلوں کی شکل میں محفوظ رہے، جن کو ان کے باہمت وعزیمت شاگردوں نے کتابی شکل میں شائع کر دیا ہے۔ اور اسی طرح ''الیواقیت الغالیۃ'' کی چار جلدیں منظر عام پر آ گئیں اور ''نبراس الساری'' کے نام سے شرحِ بخاری کی اشاعت بھی شروع ہو گئی ہے۔

مولانا چوں کہ روایتی تصنیف و تالیف کے طریقوں کے پابند نہیں رہے، اس لیے ان کے ''افادات'' کی ترتیب و تدوین کا عمل بڑی محنت اور خاص سلیقہ کا طالب ہے تا کہ عالمی طور پر ان کے اس ذخیرہ کو عام کیا جا سکے۔

ان کے دسیوں رسائل ہیں جو ''الیواقیت'' کے مجموعہ میں محفوظ تو ہو گئے ہیں، لیکن وہ اس وقت تک سربمہر ہی رہیں گے، جب تک ان کو علیحدہ رسائل کی شکل میں شائع نہ کیا جائے اور عربی اور اردو کے افادات الگ الگ نہ کئے جائیں۔ مولانا محمد ایوب السورتی اپنی محنت پر لائق

مبارک باد ہیں، اور امید یہی ہے کہ ان رسائل کی تحقیق، نئے انداز سے ترتیب اور طباعت و اخراج کے جدید معیار کی رعایت کے ساتھ ان کو پیش کیا جائے گا۔

مولانا کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ''ارشاد القاصد'' نامی رسالہ میں انہوں نے ۱۶۸ر حدیثیں ایسی جمع کر دی ہیں جو صحیح بخاری میں ایک ہی سند کے ساتھ مکرر آئی ہیں جب کہ امام بخاری نے اس طرح کی تکرار کی نفی کی ہے اور حافظ ابن حجرؒ بمشکل ۲۲ر حدیثیں پیش کر سکے ہیں۔

آپ سے علمی استفسار کرنے والوں کی فہرست میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ، مولانا عبد الجبار صاحبؒ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحبؒ اور دیگر اہل علم شامل ہیں اور آپ نے ہر سوال کا جواب پوری تحقیق کے ساتھ دیا ہے۔

مولانا محدث تھے، اصل مخاطب آپ کے طلبہ بن رہے ہیں، وسعت نظر کے بعد اور زندگی کا بیشتر حصہ علم حدیث کی خدمت میں اور محدثین عظام کے مسلک و مذہب کی تحقیق میں گزارنے کے بعد بعض مسائل میں ان کا رجحان محدثین کے مسلک کی طرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح احادیث کی تصحیح و تضعیف میں بھی ان پر مختلف ادوار گزرے ہیں، جن سے ہر جگہ اتفاق ضروری نہیں ہے۔ لیکن اس سے ان کے علمی مقام پر حرف نہیں آتا۔ اور جس طرح علامہ ابن الہمام کی انفرادی تحقیق اور شاذ اقوال ان کو فقہ حنفی کے دائرے سے نہیں نکالتے، اسی طرح دیگر محقق علماء کے ساتھ بھی معاملہ کرنا چاہیے۔ چناں چہ علامہ قاسم قطلو بغا کا مشہور قول ہے کہ ہمارے استاذ کے شاذ اقوال فتویٰ کے لیے معتمد نہیں ہیں۔

مولانا یونس صاحب کی وفات ایک بہت بڑا سانحہ ہے، اللہ ان کی خدمات کو قبول فرمائے، اور انہیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین)

عزاء الشيخ محمد يونس الجونفوري رحمة الله عليه

من الشيخ الدكتور محمد يحيٰ بلال منيار حفظه الله

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين سيدنا ونبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

وبعد: فهذه جلسة عُقدت في مدرسة مظاهر العلوم بسَهَارَنْبور[١] لذكر شيء من سيرة شيخنا الراحل العلامة المحدث الجليل الناقد المحقق الثبْت المتقن محدّث العصر الشيخ محمد يونس الجَونْبوري ثم السَّهَارَنْبوري، رحمه الله تعالى رحمةً واسعةً، الذي تُوفي البارحة، صباحَ يوم الثلاثاء 16 شوال 1438 الموافق 11 يوليو 2017، رحمه الله تعالى وغفر له.

وبهذه المناسبة وَجّه تلميذه الرشيد -من خواص تلاميذه المقرّبين لديه- وهو الشيخ المحدّث المفتي شبّير أحمد بَتِيل -أستاذ الحديث الشريف بمدرسة دار العلوم، بمدينة بَرِيْ، ببريطانيا- وهو حاضر معنا الآن في هذه الجلسة، وَجّه

(١) أصل هذه الكلمة، كانت أُلقيت ارتجاليا في جلسة التأبين التي عُقدت في اليوم الثاني من وفاة شيخنا الشيخ محمد يونس الجَونْبوري رحمه الله تعالى، أي مساء الأربعاء 17 شوال 1438 الموافق 12 يوليو 2017 بمدرسة "مظاهر العلوم" بسَهَارَنْبور، بالهند. ثم أُجريَتْ عليها تعديلات حين نشرها مكتوبة في هذه الصورة.

حفظه الله تعالى وأَمَر بتقديم الشكر الآن مباشرةً شفويًا في هذه الجلسة، لإخواننا الأفاضل في المملكة العربية السعودية ودول الخليج، الذين أُتيح لهم التعلق بالشيخ رحمه الله هناك، سواء بالتتلمذ عليه والاستفادة منه علميًا، أو بمحبته ومودّته وتقدير فضله، والقيام بزيارته وخدمته بمختلف الوجوه، وذلك حين كان يأتي رحمه الله إلى الحرمين الشريفين في كل عام، في أسفار الحج والعمرة.

ومن هؤلاء الإخوة الأفاضل من تفضَّل بتقديم العزاء في وفاة شيخنا رحمه الله،إلى فضيلة مدير هذه المدرسة وأساتذتِها ومسؤوليها المحترمين، فكان من الواجب الاعترافُ بفضلهم هذا، وتوجيهُ الشكر والثناء لهم، والدعاء لهم أن يجزيهم الله عنا وعن مسؤولي هذه المدرسة وأساتذتها وتلامذتها، وعن جميع محبّي الشيخ، خيرَ الجزاء.

وبناءً على هذا: ينبغي البدء أولاً بذكر أصحاب الفضيلة أئمةِ ومؤذِّني المسجد النبوي الشريف بالمدينة المنورة حفظهم الله تعالى، الذين تعرّفوا على الشيخ رحمه الله هناك وعرفوا له فضله وقدرَه ومكانته العلمية الجليلة، وأحبّوه، واستجازوه حديثيا، مثل فضيلة الشيخ أحمد بن طالب حميد، وفضيلة الشيخ عبد الله البعيجان (إمامي الحرم النبوي الشريف) وفضيلة الشيخ إياد شكري مؤذن المسجد النبوي الشريف حفظهم الله تعالى جميعا.

ومن عجائب التقديرات الإلهية أنه في اليوم الذي تُوفي فيه شيخنا رحمه الله تعالى في الهند، تُوفي أيضا في نفس هذا اليوم في المدينة المنورة: الشيخ

إسماعيل بَدَاتْ الهندي ثم المدني رحمه الله تعالى[1]، فلما صُلي على جنازة الشيخ إسماعيل بَدَاتْ في الحرم النبوي الشريف في صلاة الفجر صباح الأربعاء، كان إمامُ صلاة الفجر في ذلك اليوم: هو فضيلة الشيخ أحمد بن طالب حميد، كما أن فضيلة الشيخ عبد الله البعيجان أيضا كان موجودا -مع الشيخ أحمد بن طالب- في نفس الصلاة، فلما أخبرهما الشيخ يونس رَنْدِيْرَا (المرافق الخاص لشيخنا الشيخ يونس الـجَوْنْـبُوري[2]) بوفاة شيخنا الشيخ يونس الـجَوْنْـبُوري

(١) ويعتبر هو أحد رفقاء شيخنا رحمه الله تعالى من حيث الطبقة، فكلاهما (يعني الشيخ إسماعيل بدات، وشيخنا الشيخ محمد يونس) من تلامذة شيخ الحديث العلامة الجليل ذي الفنون والمواهب ريحانة الهند الشيخ محمد زكريا الكاندهلوي ثم المهاجر المدني رحمه الله تعالى وقدّس رُوحه وأعلى مقامه في علّيين. آمين.

وقد كان الشيخ إسماعيل بدات رحمه الله تعالى هاجر منذ ما يقارب خمسين عاما من الهند إلى المدينة المنورة، وسكن بها مع عائلته وأولاده، بنية الإقامة الدائمة بها والوفاة بها، وكان شغفُه الوحيد: تلاوةَ القرآن الكريم، وكان حافظا لكتاب الله تعالى، وكان يداوم الحضور إلى المسجد النبوي الشريف يوميا، ويأتي بمصحفه الخاص به من البيت، ثم يختم يوميا في ذلك المصحف ختمةً كاملةً في الحرم الشريف نفسه. وقد حقق الله له أمنيته بوفاته ببلدة رسوله صلى الله عليه وسلم، فرحمه الله وغفر له وأسكنه الفردوس الأعلى من جنته آمين.

(٢) الأخ الكريم الشيخ يونس رَنْدِيْرَا، هو مُسمّى بنفس اسم شيخنا الشيخ يونس الـجَوْنْـبُوري، وكان هو المرافق الخاص لشيخنا رحمه الله والقائم بخدمته وجميع شؤونه في أسفاره رحمه الله إلى خارج الهند، كأسفاره إلى الحرمين الشريفين وغيرهما من البلاد، فكان يلازم الشيخَ رحمه الله في أسفاره الخارجية، منذ مغادرته الهند إلى أن يعود إليها ويعود إلى مستقره في هذه المدرسة "مظاهر العلوم" بسَهَارَنْـبُور، وذلك منذ ما يقارب سبعة عشر عاما، كلُّ ذلك كان يفعله محبةً صادقةً للشيخ رحمه الله وحسبةً خالصةً لوجه الله تعالى. ثم يعتبر هذا الأخ الكريم أيضا صهرَ الشيخ إسماعيل بَدَات رحمه الله (متزوج بابنة الشيخ بدات). وعلى هذا، فقد أُصيب الأخ الشيخ يونس رَنْدِيْرَا في ذلك اليوم بوفاة عمه (والدِ زوجته) الشيخ إسماعيل بَدَاتْ في المدينة المنورة رحمه الله تعالى، وفي نفس اليوم كانت الحادثة المؤلمة المفجعة بالهند وهي وفاة شيخه الذي رافقَه هو فترةً طويلةً وأحبّه بقلبه حبا صادقا، وهو شيخنا الشيخ يونس الـجَوْنْـبُوري رحمه الله تعالى.

رحمه الله تعالى، تأسّف كل منهما على هذا الخبر الـمُحزن وعبرّ كلاهما عن أسفهما البالغ على هذه الحادثة المؤلمة، ومما قاله فضيلة الشيخ أحمد بن طالب حفظه الله آنذاك للأخ الشيخ يونس رَنْدِيْرَا، أنه يصعب الحصول على مثل هذا الشيخ الجليل بعده! جزى الله تعالى هذين الشيخين إمامَي الحرم النبوي الشريف، عنا وعن هذه المدرسة وجميع منسوبيها وعن جميع محبِّي الشيخ وتلامذته خيرَ الجزاء، وأدام عليهما وعلى جميع أئمة الحرمين الشريفين فضلَه، وحفظ بلاد الحرمين الشريفين من كل مكروه.

ونقدم الشكر أيضا والتقدير للشيخ إياد شكري مؤذّن المسجد النبوي الشريف، الذي كانت للشيخ رحمه الله في قلبه مكانةٌ عالية ومحبةٌ ومعزّة كبيرة، كما يخبر بذلك الأخ الكريم الشيخ يونس رَنْدِيْرَا (مرافق الشيخ رحمه الله).

ثم بعد ذلك يجب علينا أن نقدم جزيل الشكر وعظيم الامتنان لمعالي الشيخ الوجيه الـمُحسن الشيخ بكر بن لادن، أحد كبار رجال الأعمال بالمملكة العربية السعودية، والقائم بأعمال توسعة الحرمين الشريفين منذ عهد الملك فيصل رحمه الله تعالى؛ فقد صار لهذا الشيخ الوجيه تعلُّق قلبي عجيب بشيخنا الشيخ يونس رحمه الله تعالى، فأحبَّه جدا إلى درجة أنه كان يُكرم شيخَنا باستضافته في شُقّته الواسعة الفخمة المطلّة على بيت الله الحرام، والتي تقع في برج (رتاج البيت)، أحد أبراج ساعة مكة المكرمة، الكائنة بمشروع وقف الملك عبد العزيز أمام باب الملك عبد العزيز، وكان الشيخ رحمه الله يشعر بالراحة التامة في هذه الشقة، خصوصا أنه كان يتيسر للشيخ الوصول إلى

الحرم الشريف من هناك، ثم العودة إلى الشقة مرة أخرى بكل يسر وراحة، فكان هذا يُعدّ غايةً في المحبة والإكرام والتقدير من طرف معالي الشيخ بكر بن لادن تجاه شيخنا رحمه الله تعالى.

ثم إن معالي الشيخ الوجيه بكر بن لادن ما كان يكتفي بمجرد هذه الاستضافة لشيخنا في شقته المذكورة، بل بلغ من منزلة شيخنا ومحبته لديه، أنه كان يزور الشيخ رحمه الله بنفسه مع كثرة أعبائه ومسؤولياته، وكان أيضا يُكرم شيخَنا في كل سفر من أسفاره إلى الحرمين الشريفين بإهداء مبلغ مالي له، ومقداره (100,000 ريال) مائة ألف ريال، وكان شيخنا رحمه الله يقبل هذه الهدية منه، إلا أنه لا يُبقي منها شيئا لنفسه أبدًا، بل كان يأمر الأخ الشيخ يونس رَنْدِيْرَا بأن يتصدّق بهذا المبلغ كاملا.

فنسأل الله أن يجزي عنا جميعًا معالي الشيخ بكر بن لادن على ذلك كله خيرَ الجزاء، وأن يوفقه للمزيد من مثل هذه الأعمال الصالحة.

وبهذه المناسبة لا يفوتنا تقديم شكر خاص للأخ الكريم أكبر، المسؤول عن شقة معالي الشيخ بكر بن لادن المذكورة، فكان هذا الأخ الكريم يحب الشيخ جدا حُبا مخلصا ويجلّه جدا، وكان -مع كِبرِ سِنّه- يحرص على راحة الشيخ ويقوم بخدمته في هذه الشقة وتجهيز الطعام المناسب له رحمه الله، وكان شيخنا رحمه الله يبادله أيضا نفس الحبّ والتقدير القلبي، بل كان الشيخ يدعو له دائما باسمه الكريم، جزاه الله خيرا.

ثم لا ننسى أبدًا في هذه الجلسة تقديمَ عظيم الفضل والشكر والامتنان

لفضيلة الشيخ السخيّ المحسِن الكريم الشيخ إسماعيل السرّتي أحدَ كبار تجار أهل مكة المكرمة، نقدّم شكرا جزيلا له ولأولاده الكرام ولعائلته المحترمة كلها، فقد أحبّ هو وجميعُ أهل بيته الشيخَ رحمه الله كبارًا وصغارًا، وكانوا جميعُهم -مع كونهم من أثرياء أهل مكّة المكرمة- على خصال عالية من الأخلاق الرفيعة والأدب الجمّ والتواضع والإجلال والاحترام الكبير لشيخنا رحمه الله تعالى.

ثم إن الشيخ السرّتي كان أيضا صاحبَ كرم واستضافة لشيخنا في بعض الفترات في بيته الفخم بمكة المكرمة، ثم في شقته الكريمة المطلة على الحرم الشريف[1]، وكان أولادُه الكرام وجميعُ أهل بيته يقومون على راحة الشيخ ويخدمونه بقلوب مليئة بالصدق والنقاء والتواضع، حتى إنه ليَشهَد من رأى الشيخَ بينهم أنه أحدُ أفراد بيتهم، فجزاهم الله تعالى جميعا خير الجزاء وزادهم من فضله.

ومن أصحاب الفضل والمكانة العالية الذين وَجَّه المفتي شبير بتِيْل بتقديم الشكر والامتنان اللائق بمقامهم: صاحب السمو الشيخ خالد آل ثاني، أحد أفراد العائلة الحاكمة في قطر، فقد تفضل حفظه الله تعالى بتقديم العزاء في وفاة شيخنا رحمه الله تعالى.

كما وَجَّه المفتي شبير بتِيْل بتقديم الشكر لفضيلة الشيخ عادل من أهالي

---

(١) وهي تقع في برج (المروة ريحان) أحد أبراج ساعة مكة المكرمة، التي سبق ذكرها عند ذكر شقة معالي الشيخ بكر بن لادن

قطر، وقد تفضل أيضا بتقديم العزاء شخصيا في وفاة الشيخ رحمه الله إلى المسؤولين في هذه المدرسة.

كما لا ننسى الشيخ يونس الدّهلوي، أحد التجّار بمكة المكرمة، فقد كان على صلة بالشيخ رحمه الله، وكان يحبّ الشيخَ رحمه الله ويُكرمه ويستضيفه في بيته على الطعام، وقد تفضل أيضا بتقديم العزاء، فجزاه الله خيرا.

ثم نأتي إلى ذكر بعض الشخصيات الكريمة من أهل العلم والفضل الذين تعرّفوا على الشيخ -بواسطة وعناية الأخ الكريم الشيخ يونس رَنْدِيْرا، مرافق الشيخ- في الحرمين الشريفين ودول الخليج، واستفادوا منه هناك علميّا أو تتلمذوا على يديه بقراءة الصحيحين وغيرهما من كتب الحديث الشريف.

فمن هؤلاء: فضيلة الشيخ السخيّ الكريم نِظام يعقوبي، أحد الفضلاء المشاهير بمملكة البحرين، ويُغبَط حفظه الله تعالى على أن الله رزقه إلى جانب العلم، ثراءً ماليًا، ثم وفّقه لبذل ذلك المال في نشر نوادر ونفائس كتب العلم، والسعي لجلب مخطوطاتها من المكتبات المختلفة في العالم، ثم قراءتِها مع مجموعة من أهل العلم، في شهر رمضان، داخلَ الحرم المكي الشريف، أمام بيت الله الحرام، ثم طباعتها ونشرها محقَّقة ومطبوعةً طباعةً فاخرةً تحت عنوان "لقاء العشر الأواخر بالمسجد الحرام"، وكلّ ذلك على نفقاته الخاصة، جزاه الله خيرا.

فكان هذا الشيخ الكريم الفاضل يحب الشيخَ رحمه الله جدا، وكان

الشيخ أيضا يُصرِح له بأنه يُحبّه ويُقدّره. وكان الشيخ نظام يُهدِي للشيخ كُتبًا متنوعة، خصوصا الكتب التي سبق ذكرها والتي كان يقوم هو بتحقيقها ونشرها وطباعتها، فكان يُقدّمها هديةً كريمة لشيخنا رحمه الله تعالى.

بل إنه أَهدَى للشيخ رحمه الله مرةً قبل وفاته بسَنَةٍ، كتابَ "رياضة المتعلمين" لأبي نُعيم الأصبهاني، والذي كان هو نفسه قام بتحقيقه والتعليق عليه وطباعته طباعةً جميلةً.

وقد أُعجب الشيخ رحمه الله بهذا الكتاب جدا، حتى إن الشيخ المفتي شبير بتِيَل يقول: إن الشيخ رحمه الله لما وصل إلى المدرسة هنا في سهارَنبُور بعد عودته من ذلك السفر، طالع هذا الكتابَ بكامله، واقتبس منه ما أعجبه من الفوائد العلمية وكَتَبَها وعلّقها على حواشي كُتبه في المواضع اللائقة بها، بل يقول المفتي شبّير حفظه الله: إن الشيخ رحمه الله صرّح له أنه عزَا ونَسَب تلك الفوائد إلى الشيخ نظام يعقوبي نفسِه، لأنه كان هو صاحبَ الفضل في تحقيق هذا الكتاب والتعليق عليه وطباعته ونشرِه، فكان من تقدير الشيخ رحمه الله لما قام به الشيخ نظام يعقوبي من خدمة علمية جيدة لهذا الكتابَ، أن عزَا ما اقتبَسه من الفوائد من هذا الكتاب، إلى المحقِّق نفسِه، من باب عزو الفضل لأهله.

ومن المشهورين من أصحاب العلم والفضل الكِرام الذين تعرّفوا على الشيخ رحمه الله واستجازوا منه حديثيا: فضيلة الشيخ البحّاثة المحقق محمد بن ناصر العجْمي، من أهالي دولة الكويت، وهو عَلَمٌ مشهورٌ في عالم التأليف

والتحقيق، حيث صدرت له كُتبٌ كثيرة تأليفًا وتحقيقًا، وكلُّها ذات خدمة علمية جيدة مع طباعة جميلة فاخرة.

ومن الفضلاء الكرام من أهل العلم، ثلاثةٌ من المشايخ المحدّثين الـمُسنِدين الأفاضل الذين صارت لهم صلةٌ وثيقةٌ جدا بالشيخ رحمه الله في الحرمين الشريفين، وهم:

الشيخ الفاضل أحمد عاشور من أهالي المدينة المنورة

والشيخ الفاضل الدكتور عبد الله التّوم، من أهالي السودان والمقيم حاليا بمكة المكرمة، والأستاذ بجامعة أم القرى بمكة المكرمة

والشيخ الفاضل محمد الحريري، من أهالي جُدّة والأستاذ بجامعة الملك عبد العزيز بجدّة.

هؤلاء الثلاثة الأفاضل لهم نشاط وحرص عجيب على العلم والتعلُّم والسعي للقاء المشايخ والعلماء، ولقاء الـمُسنِدين والكبار الأجلّة من مشايخ الحديث الشريف وقراءةِ كُتُب الحديث عليهم والاستجازةِ والاستفادةِ منهم، سواء أكان أولئك المشايخ والعلماء من أهالي الحرمين الشريفين، أو كانوا ممن يأتون إلى الحرمين الشريفين في رحلات الحج والعمرة.

وقد ساقهم هذا الشغف العلمي إلى التعرّف على الشيخ رحمه الله منذ زمن بعيد، فأحبّوه حبا بالغًا عجيبا، لأنهم رأوا في الشيخ رحمه الله من الرسوخ العلمي وسَعَة الاطلاع ودقّة النظر والتنبيهات والفوائد النادرة عنده رحمه

الله، ما لم يَرَوا في كثير من المشايخ والعلماء الذين كانوا التَقَوْا بهم في الحرمين الشريفين.

وقد لازم هؤلاء المشايخُ الثلاثة: لازموا الشيخ رحمه الله ملازمةً طويلةً، وأكبُّوا عليه لقراءة الصحيحين وسنن أبي داود وغيرها من كتب الحديث الشريف.

وكانوا زادهم الله علماً وفضلاً ونَفَع بهم، يتركون أهاليهم وبيوتَهم أياما عديدة، ويأتون ليمكثوا مع الشيخ في مكة المكرمة أو في المدينة المنورة، كلُّ ذلك لمجرد الاستفادة من الشيخ ومجالستِه وصُحبتِه وقراءةِ كتب الحديث عليه.

بل كانوا يصطحبون الشيخَ رحمه الله في أثناء سفره من مكة المكرمة إلى المدينة المنوّرة، ثم في العودة من المدينة إلى مكة، بل حتى يلازمونه في أثناء الحج في أيام التشريق بمِنى، كلُّ ذلك ليغتنموا فرصةَ وجود الشيخ رحمه الله هناك، ويختموا عليه الصحيحين وغيرهما من كتب الحديث، وكأن لسانَ حالهم هو مصداقُ قوله صلى الله عليه وسلم: "منهومان لا يشبعان"، أحدُهما: "طالبُ علم"، الحديث.

وقد أحبّهم الشيخ رحمه الله أيضا حُبًّا قلبيا جمًّا، وكان يمدحهم ويثني عليهم بما رزقهم الله من المواهب المختلفة من العلم والفهم، ومَلَكة الحفظ والاستحضارِ لنصوص الأحاديث، والذكاء والفطنة، والشغف الحديثي

لديهم -الذي كان الشيخ رحمه الله يُعجَب به- في سعةِ اطلاعهم على نصوص الأحاديث ومتونِها في كتب الحديث الشريف.

ونختم هذا الشكر والتقدير في هذه الجلسة بذكر فضيلة الشيخ المقرئ المحدّث الفاضل الشيخ حامد أكرم البخاري، من مشاهير أهل العلم بالمدينة المنورة، صاحبُ إجازات عالية في القرآن الكريم والقراءات، وكذا صاحبُ إجازات عالية في الحديث الشريف، وصاحبُ دروسٍ علمية نافعة في مسجد الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، وكذا في مساجد أخرى من مساجد المدينة المنورة. وقد التقى هذا الشيخ الفاضل بشيخنا رحمه الله واستجاز منه حديثا.

كما نشكر فضيلة الشيخ المتفنن في تدريس الفقه الدكتور عامر بهجت، مقيم بالمدينة المنورة، والأستاذ حاليا بجامعة طيبة بالمدينة المنورة، والأستاذ سابقا بمعهد المسجد النبوي الشريف. فقد التقى أيضا بالشيخ رحمه الله واستجاز منه.

ونشكر أيضا فضيلة الشيخ بدر، إمام مسجد سماحة الشيخ ابن باز رحمه الله بمكة المكرمة، والأستاذ بجامعة أم القرى بمكة المكرمة، وهو أحد أهل العلم والفضل الذين تعرَّفوا على الشيخ في السنوات الأخيرة من حياته رحمه الله، وصارت له صلةُ محبة بالشيخ رحمه الله، وكان يُكرم الشيخَ رحمه الله بإهدائه كُتُب الحديث الشريف وعلومِه. وكان الشيخ أيضا يحبه ويُداعبه بتسميته "بدر النهار".

هذا ما تيسر الآن في هذه الجلسة ذكرُه من الشكر والتقدير لعدد من أصحاب الفضل الذين كانت لهم بالشيخ رحمه الله صلةٌ علميةٌ أو قلبيةٌ في الحرمين الشريفين ودول الخليج.

ونعتذر عمن لم نتذكّر أسماءهم الآن، مع الاعتراف لهم أيضا بالفضل والمحبة والتقدير.

جزى اللهُ الجميعَ خير الجزاء ونَفعَ الأمةَ الإسلاميةَ بعلوم الشيخ المحدّث النادر النظير في عصره العلامة محمد يونس الـجَوْنـْبوري رحمه الله تعالى وأعلى مقامَه في علّيّين.